



حیاتِ جانِ کائنات

عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصَّلَاةُ

تحریر و تحقیق

(علامہ) خالد محمد (فاضل بھیر شریف)
 شیخ الحدیث ادارہ معارف القرآن کشمیر کالونی - کراچی

حیاتِ جانِ کائنات

عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصَّلَاةُ

marfat.com

Marfat.com

حیاتِ جانِ کائنات

عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصَّلَاةُ

حضورِ ستیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی، سرمدی اور ابدی حیاتِ مبارکہ کا بیان، اُمت کے احوال پر آپ کی توجہات اور تصرفاتِ باطنی، قرآن، حدیث اور اکابرین کے اقوال سے ناقابلِ تردید دلائل۔



تحریر و تحقیق

(علامہ) خالد محمود (فاضل بھیڑ شریف)
شیخ الحدیث ادارہ معارف القرآن کشمیر کالونی - کراچی



جملہ حقوق محفوظ

— زیر اہتمام —

محمد رضا الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ

— زاویہ —

۸- سی دربار مارکیٹ، لاہور

۷۱۱۳۵۵۳

۱۹۹۹ء

پارا اول ————— ایک ہزار

۴۷۰ = ۶۰ روپے

— مرکز ترسیل —

مکتبہ زاویہ

۹- مرکز اولیاء، دربار مارکیٹ، لاہور

۷۳۲۴۹۴۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

رونمائی

- 15 تقریظ — حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ
- 17 خلاصہ مدعا
- آپ کی ذات والا صفات کی ہی خاطر کائنات کے گونا گوں
- 18 عجائبات کتم عدم سے ظہور میں آئے۔
- 19 کلمہ طیبہ سے استدلال
- ” محمد رسول اللہ
- 20 آپ کی رسالت کاملہ اب بھی تمام عالمین کو شامل ہے۔
- ” آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا خمیر مطہر تیار
- ” ہونے سے قبل بھی آپ نبی تھے
- آپ کے اوصاف آپ کی ذات ستودہ صفات اور حیات
- ” بابرکات کا دائمی وجود و ثبوت کو مستلزم ہیں۔
- آپ کے وجود مسعود و محمود ہی کی برکت سے
- 21 اس دور کے لوگ عذاب الیم سے محفوظ ہیں
- 22 آپ ﷺ تمام اسماء و اوصاف الہیہ کا مظہر اتم ہیں

23

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

”

موت کا معنی (امام قرطبی)

24

موت تحفہ ہے

25

نشان مرد مومن

26

شہداء کو حیات حقیقی حاصل ہے

”

انبیاء کرام کو مرتبہ شہداء سے بہت بلند ہے

27

تفصیل اجمال و بیان دلائل

28

پہلی آیت (آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں)

”

مزار پر انوار سے آواز آئی

”

گنبد خضراء کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا۔ (حاشیہ)

29

مرقد انور سے سعید بن مسیب کا اذان سننا

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں سے نزول

”

کے بعد گنبد خضراء پر حاضر ہو کر احکام حاصل کریں گے

30

دوسری آیت (نبی، مؤمنین کے اولین مالک ہیں)

اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کا مملوک نہ جاننے والا

”

سنت کی شیرینی پا ہی نہیں سکتا

”

تیسری آیت (آپ جملہ عالمین کے لئے رحمت ہیں)

31

چوتھی آیت (آپ، پہلے انبیاء سے پوچھئے)

32

پانچویں آیت (آپ موسیٰ سے ملاقات میں شک نہ کرو)

- 33 چھٹی اور ساتویں آیت (شہداء زندہ ہیں)
- 34 حیات شہداء سے حیات انبیاء کہیں زیادہ حقیقی ہے
- 36 ابن قیم کا قول شاہ عبدالحق اور امام سبکی کے ارشادات
- 38 آپ ﷺ شہید بھی ہیں حضرات عائشہ، ابن مسعود
- 39 اور ملا علی قاری کے فرامین
- 43 آٹھویں، نوویں اور دسویں آیت (آپ شاہد ہیں)
- 47 شاہد کا معنی
- 49 آپ امت کے احوال اور قلبی خیالات سے واقف رہتے ہیں
- 52 گیارہویں آیت (نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو)
- 54 حضرت عائشہ کا ارشاد، رسول اللہ ﷺ کو آپ کے مرقد انور میں ایذا نہ دو
- 55 حضرت عمر کا مسجی نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے والوں کو منع کرنا
- 57 احادیث طیبہ
- 59 حدیث نمبر ۱ (انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں)
- 61 اس حدیث کے ضمن میں انور شاہ کشمیری کا قول
- 63 حدیث نمبر ۲ (میں نے حضرت موسیٰ کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا)
- 65 اس حدیث پر منکرین کے شبہات اور ان کا رد
- 67 حدیث نمبر ۳ (واقعہ معراج)
- 69 حدیث نمبر ۴ (میں درود لکھتا ہوں)
- 71 حدیث نمبر ۵ (تمہارے درود کی مجھے خبر ہوگی)

- 58 حدیث نمبر ۶ (درود پڑھنے والے کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے)
- حدیث نمبر ۷ (دور سے درود بھیجنے والوں کے درود کی اطلاع فرشتے دیتے ہیں اور نزدیک والوں کا میں خود سنتا ہوں)
- 63 حدیث نمبر ۸ (ایک فرشتہ کو تمام مخلوقات جتنی قوت سماعت حاصل ہے)
- 64 حدیث نمبر ۹ (ابن عباس کا قول امتیوں کا درود آپ کو پہنچ جاتا ہے)
- 65 نبی اکرم ﷺ کا دور و نزدیک سے سنا۔ اس موضوع پر علامہ کشمیری کا قول سلیمان بن تحیم کا خواب میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھنا
- 65 کہ کیا درود آپ سنتے ہیں اور آپ کا جواب
- 66 ابراہیم بن شیبان کو قبر انور سے جواب مرحمت ہوا و علیکم السلام
- حضور اکرم ﷺ سے ابو العباس مر سی کا مصافحہ
- 67 سماع و ادراک اموات کا منکر احادیث سے ناواقف اور منکر دین ہے
- شعور و ادراک اموات کا انکار کفر نہیں تو بے دینی ضرور ہے
- 68 سماع اموات پر دلالت کرنے والی احادیث متواتر ہیں
- بانی دارالعلوم دیوبند کی توضیح
- 69 تین ایمان افروز احادیث طیبہ
- حدیث نمبر ۱۰ (درود خواں کے لئے نبی اکرم ﷺ استغفار کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں)
- 70 حدیث نمبر ۱۱ (سلام عرض کرنے والے کو آپ خود جواب مرحمت فرماتے ہیں)
- 71

72 تاج الدین فاکہانی کا ارشاد ”نبی اکرم ﷺ علی الدوام زندہ ہیں“

اس حدیث پر امام سیوطی کا نہایت ایمان افروز ارشاد مثلاً آپ دور والوں کا سلام بذات خود سنتے ہیں آپ کی حالت بعد از موت مثل دنیاوی حیات ہے آپ امت کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اقطار زمین میں برائے برکت سیر فرماتے ہیں صالحین کے جناز میں شرکت فرماتے ہیں۔

72

حدیث نمبر ۱۲ (وادئ ارزق سے گزرتے ہوئے آپ نے

75

حضرات موسیٰ اور یونس کو تلبیہ کہتے دیکھا)

76

حدیث نمبر ۱۳ (حضرت عیسیٰ کو طواف کرتے دیکھا)

77

ان احادیث طیبہ کا خلاصہ

81

صحابہ کرام کا عقیدہ

87

حضرت ابو بکر صدیق کا عقیدہ

88

حضرت صدیق اکبر کی وصیت

92

حضرت عمر کا عقیدہ

93

حضرت عائشہ کا عقیدہ

94

حضرت ابو ایوب انصاری کا عقیدہ

95

امت مسلمہ کا اجماع

۱۱۱

امام سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کا ارشاد

96

امام شہقی متوفی ۸۵۸ھ کا ارشاد

۱۱۱

امام یافعی متوفی ۶۸۷ھ کا ارشاد

- 97 امام رازی متوفی ۶۰۶ھ کا ارشاد
- 98 امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ کا ارشاد
- 100 امام سبکی متوفی ۷۵۶ھ کا ارشاد
- 101 امام عبد القاہر اور امام باری کا فتویٰ
- 103 امام ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ کا ارشاد
- 106 امام بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کا ارشاد
- 107 امام سمہودی متوفی ۹۱۱ھ کا ارشاد
- 109 امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا ارشاد
- 111 امام قسطلانی اور امام زر قانی کے ارشادات
- 112 ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ کا ارشاد
- 114 شاہ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کا ارشاد
- 115 شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۱ھ کا عقیدہ
- 117 قاضی ثناء اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ کی تحقیق
- 119 اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ارشادات
- 120 احمد علی سہانپوری کا عقیدہ
- 121 بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ
- 122 اشرف علی تھانوی کا عقیدہ
- 123 حسین احمد مدنی کا عقیدہ
- 124 مسئلہ حیات النبی میں علماء دیوبند کا عقیدہ

- 121 حضرت سید احمد رفاعی پر انعام
- 122 حضرت ابو الخیر اقطع پر احسان
- 123 حضرت عتبی کا چشم دید واقعہ
- 124 یا خیر من وفنت
- 125 نبی اکرم ﷺ کا عتبی کو ارشاد
- 126 حضرت محمد بن حرب باہلی کا واقعہ
- 127 قرآن کریم میں اولین و آخرین کے علوم جمع ہیں
- 128 مخالفین کے تمسکات کے جوابات
- 129 موت و حیات کا شرعی مفہوم حدیث۔ اللہ کے نبیوں کو موت نہیں آتی
- 130 موت کی تشریح شیخ اسماعیل حق سے
- 131 موت کا مطلب حضرت امام سیوطی سے
- 132 حضرت بلال کا وقت وصال اظہار خوشی
- 133 موت کا معنی علامہ آلوسی کا قول
- 134 حیات کا معنی و مفہوم
- 135 قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ارشاد
- 136 تفسیر جلالین سے اقتباس
- 137 جسم میں روح کا نہ ہونا عدم حیات کی دلیل نہیں
- 138 حیات و موت عادی و حقیقی
- 139 موت کے بعد روح کا جسم کی طرف لوٹا جانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے

139	انك ميت و انهم ميتون كى تشریح
140	انبیاء كرام علیہم السلام كى موت كا مطلب
141	والذین یدعون من دون الله كى تشریح
142	عثمانى صاحب كى خانہ ساز تشریح اور اس كا ابطال
144	آیت مذکورہ كے متعلق ائمہ كے اقوال۔ امام طبرى كا ارشاد
145	امام بیضاوى كا ارشاد
146	امام قرطبى كا ارشاد
147	امام محمد علاؤالدین خازن كا ارشاد
149	امام ابن كثیر كا ارشاد
150	علامہ اسماعیل حقى كا ارشاد
151	علامہ آلوسى بغدادى كا ارشاد
152	آیت ”و من ورائہم بوزخ“ كى توضیح
157	امام نسفى كى تفسیر
158	خازن كى تفسیر
	حضرت ابو بکر صدیقؓ كے خطبہ سے عثمانى كا استدلال اور اس كا جواب
	میت كا سماع، ادراك اور بولنا
	امام بخارى كى احادیث

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ

سرت العلام ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی
اله واصحابہ اجمعین

عزیز گرامی خالد محمود صاحب طالب علمی کے زمانے سے دقت نظر اور
تحقیق حق کے جذبہ سے سرشار رہے ہیں حصول علم کے بعد جب سے انہوں نے
تدریس کے فرائض سنبھائے ہیں ان کا یہ ذوق نکھر کر سامنے آگیا ہے متعدد اہم
اور مشکل موضوعات پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اور ہر موقع پر انہوں نے
اپنے قارئین کے دلوں کو موہ لیا ہے ان کے قلوب و اذہان کو تشکیک کے کانٹوں
سے پاک کر کے یقین کے نور سے منور کر دیا ہے..... ملت کی شومئی قسمت
ملاحظہ ہو کہ وہ مباحث اور مسائل جو ابتدائے اسلام سے اب تک متفق علیہ رہے
ہیں ان کے بارے میں اب شکوک و شبہات کا طوفان برپا کیا جا رہا ہے اور اس طرح
اسلام کے نادان دوست یاد انا اور عیار دشمن ایمان کے مستحکم قلعوں کی بنیادوں کو
متزلزل کرنے کی مذموم کوشش میں دن رات سرگرم عمل ہیں۔ سب سے
افسوس ناک بات یہ ہے کہ حضور رحمت عالمیاں ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے

میں بھی اب مختلف قسم کی نازیبا باتیں زبان پر آنے لگی ہیں اور حیات النبی کا متفق علیہ مسئلہ اب باہمی نذاع اور افتراق کا شکار ہو رہا ہے جس نے دلوں کو پریشان، ذہنوں کو پرآگندہ، ایمان کو کمزور اور یقین کو متزلزل کر کے رکھ دیا ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی صاحب نظر اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شکوک و شبہات کے جو انبار اس موضوع کو مشکوک کرنے کے لئے بعض مدعیان علم و دانش کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں ان کی حقیقت کو آشکارا کر دے۔ ہمارے فاضل نوجوان مولانا خالد محمود کی طبع مشکل پسند نے اس موضوع کی طرف توجہ کی اور داد تحقیق دیتے ہوئے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے معترضین کے تمام اعتراضات اور مشککین کی تمام تشکیکات کا منہ توڑ جواب دیا اور ان کی جائگسل محنت اور جدوجہد کا ثمر ”حیات جان کائنات“ ﷺ کے نورانی پیکر میں ہمارے سامنے ہے میں نے اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا بدقت نظر مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص بھی اس کا مطالعہ کرے گا اگر توفیق الہی اس کی دستگیری فرمائے گی تو حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہر قسم کے شکوک سے اس کا دل پاک ہو جائے گا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صالح نوجوان کی بے پناہ صلاحیتوں کو نشوونما کا موقع عطا فرمائے تاکہ اس کے فیضان سے ایک دنیا فیض یاب ہو۔ امین

ثم امین بجاء حبیبہ الکریم ﷺ

محمد کرم شاہ
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ
بھیرہ سرگودھا

۶ شوال ۱۴۰۲ھ
۵ جولائی ۱۹۸۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم الذي لم يزل
 حياقيوما قديرا بصير شهيدا الذي ارسل رسوله
 بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى
 بالله شهيدا ارسله كافة للناس بشيرا و نذيرا و داعيا
 الى الله باذنه وسراجا منيرا و هو الرسول النبي الامي
 لولاه لما خلقت الافلاك ولا الارضون ولم يبعث
 الانبياء المرسلون ولا الملكة المقربون فهو الاول
 والاخر و الظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم
 فعليه اطيب تحياته المباركة وازكى تسليماته
 المتداركة وعلى اله واصحابه واتباعه اجمعين الى
 يوم الدين . اما بعد .

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا شہ ہر دوسرا باعث ایجاد
 خلاصہ مدعا ارض و سما سرور کونین، ہادی ثقلین، رحمت عالمیاں، محبوب
 خالق کون و مکان، وجہ تخلیق جملہ کائنات، صاحب لولا کہ لما خلقت الافلاک

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ شفیع الوریٰ الہ وصحبہ افضل النحیۃ و ازکی اثناء جملہ موجودات کے مبداء اولین تمام کائنات کے وجود و ظہور اور حدوث و بقا کے صدر نشین ہیں آپ ہی کی ذات گرامی کی خاطر یہ یو قلموں کائنات اور اس کے گوناگوں عجائبات کتم عدم سے ظہور میں آئے اور آپ ہی کی ذات والا صفات کی وجہ سے قائم و باقی ہیں اس دنیا و مافیہا کی تخلیق کا اول بھی آپ ہیں اور آخر بھی آپ، ظاہر بھی آپ ہیں اور باطن بھی آپ۔

چنانچہ جس طرح آپ اس دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے بہت پہلے سے موجود ہیں بعینہہ اسی طرح اس دنیا سے انتقال فرما جانے کے بعد بھی آپ موجود اور با حیات ہیں۔ اپنے رب عظیم و قدیر کے عطا فرمودہ اختیار کی وجہ سے عالم علوی و سفلی میں جہاں چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں اکوان عالم میں تصرفات فرماتے ہیں اپنی امت پر لطف و کرم کی نگاہ رکھے ہوئے ہیں ان کے معاصی پر بمصداق عزیز علیہ ما عتتم پریشان خاطر عاظر ہوتے ہیں اور بالمومنین رؤف رحیم ہونے کی وجہ سے اپنے رب العزت جل جلالہ سے ان گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت طلب فرماتے ہیں۔

آپ کا جسد اطہر و اقدس آپ کے مزار پر انوار میں روز اول کی طرح صحیح سالم اور تروتازہ ہے اور اس جسم مقدس کے ساتھ آپ کی روح سامیہ عالیہ کا حد ادراک سے کہیں زیادہ افضل و اقویٰ اتصال موجود ہے پس آپ حیات حقیقی جسمانی سے متصف ہیں اور آپ کو مردہ، حواس و مشاعر اور اوراکات سے بے بہرہ، کچھ بھی نہ سننے سمجھنے والا۔ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانے والا خیال کرنا آپ کی حد درجہ گستاخی آپ کے مقام رفیع سے زری جہالت اور قرآن و حدیث سے انکار و بغاوت ہے۔

وہ کلمہ طیبہ طاہرہ جس کے اقرار و تصدیق سے انسان کفر و شرک کی ضلالتوں سے نکل کر ایمان و یقین کی واوی ایمن میں داخل ہوتا ہے وہ مقدس کلمہ جو ایمان کی رفیع و منیف عمارت کا مرکزی مدار اور اساسی رکن ہے۔ جو روز و شب متعدد بار ہماری زبانوں سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پر کیف، پر بہار اور مسرت آگئیں آواز میں نکلتا ہے اس کی ساخت و ہیئت ہی ہمارے اس عقیدہ جلیلہ کی ساخت و پرداخت کی بنیاد ہے۔ ہمیں حکم فرمایا گیا کہ محمد رسول اللہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اس سادہ اردو ترجمہ میں ہی سلیم الذہن ہو کر سوچا جائے۔ اسی نوع کے دیگر متداول جملوں جنہیں ہم ہر روز بے محابو لیتے ہیں، کے ساتھ منصفانہ موازنہ کیا جائے تو حقیقت مثل آفتاب نصف النہار واضح اور بے غبار ہو جاتی ہے۔

غور فرمائیے کہ کیا یہ اسلوب کلام معدوم و غیر موجودی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے؟ کیا کسی غائب اور مخفی کو اس انداز سے ذکر کیا جاتا ہے؟ جسے العیاذ باللہ مرکب مٹی میں ملے عرصہ مدید ہو گیا ہو کیا اسے یوں یاد کیا جاتا ہے؟ وہ کام وہ صفت، وہ شان جو کبھی کسی میں موجود رہی ہو خواہ وہ کتنی ہی اتم و اکمل کیوں نہ ہو اور اب اس کا موصوف صفہ ہستی پر نہ ہو تو کیا وہ اب بھی اسی طرح بیان کی جائے گی بلکہ کیا وہ صفت باقی بھی رہے گی؟

محمد رسول اللہ (سورۃ الفتح. ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا سیدی یا رسول اللہ (اللہ کے رسول ہیں۔

یہ جملہ اسمیہ ہے اور عربی میں ادنیٰ سی بھی مہمارست رکھنے والا جانتا ہے کہ جملہ اسمیہ کے وضع کی غرض و غایت صرف یہ دلالت و وضاحت ہے کہ بیان کیا جانے والا حکم، مذکور و صف، اس اسم مبتداء کے لئے دائمی طور پر

ثابت و متحقق ہے، اس میں انقطاع و افتراق نہیں فانہا موضوعۃ للدلالة علی مجرد الثبوت العاری عن قید التجدد والحدوث (شیخ زادہ علی تفسیر الامام البضاوی)

اس آیت مقدسہ اور کلمہ طیبہ سے بالیقین واضح ہوا کہ رسول مکرّم نبی معظم حضرت محمد مصطفیٰ اور مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثالثہ کے رسول ہیں آپ کی رسالت کاملہ اب بھی تمام عالمین کو شامل ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں تھی کما قال تبارک و تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (سورہ السبا آیت نمبر ۲۸) وقال جل شانہ قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸) بلکہ آپ کی یہ صفت رسالت عامہ اس وقت بھی موجود تھی جب کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابھی تک خمیر مطہر بھی تیار نہ ہوا تھا۔ کما قال نبینا الکریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم کنت نبیاً و آدم بین الماء واطین (مسند عبد الرزاق، نشر الطیب) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ (مشکوٰۃ ص ۵۱۳) اور صفت اپنے وجود و بقاء کے لئے موصوف کی محتاج و تابع ہوتی ہے سو آپ کی رسالت و نبوت جو اول سے آخر اور ابتداء سے انتہا تک ہے، آپ کی ذات ستودہ صفات اور حیات بابرکات کے دوائی وجود و ثبوت کو مستلزم و مقتضی ہے اور آپ کے اسی وجود

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کیسکہ قسم خورد بحیات پیغمبر مصلی اللہ علیہ وسلم منعقدی شود یوی و بکین واجب میں شود کفارہ محنت از جنت بودند آنحضرت یکے از دورکن شہادت (مدارج النبوة ص ۶۵ ج ۱) یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہمارے پیغمبر ﷺ کی حیات کی قسم کھائے منعقد ہو جائے گی اور حانت ہونے کی صورت میں کفارہ واجب کیونکہ آنحضرت ﷺ شہادت کے دور کنوں میں سے ایک ہیں۔

مسعود و محمود کی وجہ سے اس زماں کے بنی نوع انسان اپنی تمام تر بد اعمالیوں معصیت کیشیوں کے باوجود اہم سابقہ کے برعکس عذاب الیم سے محفوظ و مامون ہیں۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم^۱ (سورہ الانفال آیت ۳۳)
اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ
تشریف فرما ہیں ان میں۔

یہ آیت مقدسہ بھی نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان والا نشان کو جس اجمالی انداز میں بیان فرما رہی ہے، اہل ذوق و ادراک ہی اسے کما حقہ سمجھنے کی وجہ سے اس سے حظ کامل اٹھا سکتے ہیں۔ واللہم ارزقنا هذا بہم واسلک بنا مسالک کراما تہم۔

۱۔ اسی شان والا نشان کو سورۃ طہ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یوں بیان فرمایا و لو لا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی ۵ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک فیصلہ (کلمہ) نہ کر دیا ہوتا اور ان کے عذاب کے لئے وقت مقرر نہ ہوتا تو ابھی انہیں برباد کر دیا جاتا لیکن رحمت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ انہیں فوراً ہلاک نہ کیا جائے وہ فیصلہ (کلمہ) کیا تھا اس کے متعلق علامہ پانی پتی فرماتے ہیں: وہی العدة بنا خیر عذاب کفار هذه الامة الى يوم القيامة وعدم استیصالہم فی الدنيا لکون النبی ﷺ رحمة للعالمین (مظہری) یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اس لئے یہ مناسب نہ ہوا کہ کافروں کو تہس نہیں کر ڈالا جائے بلکہ قیامت تک انہیں صلت دے دی (ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن ص ۴۴ و ۴۵ ج ۳)
فقیر غفرلہ ربہ الودود عرض کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے جس طرح آپ کے ظاہری عہد ہمایوں کے کفار استیصالی عذاب سے باوجود اپنی تمناؤں کے التجاؤں اور فرمائشوں کے محفوظ رہے اسی طرح اب بھی محفوظ ہیں، محفوظ رہیں گے آپ کی رحمت شامہ کا صدقہ ہے پس کس قدر غیر معقول بات ہے کہ صفت و شان تو موجود ہے، رحمت پائی جاتی ہے لیکن بغیر کسی ذات کے، جن کی یہ صفت اور شان تھی وہ تو (العیاذ باللہ تعالیٰ منہ الف الف مرآت) مردہ ہو گئے ہیں، مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے۔ حواس اور مدارک و مشاعر سے اپنے جسد اطہر سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ربنا ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمة رحمة للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فرمان اعلیٰ شان و ما کان اللہ ليعذبہم... الخ کے اعجاز و ایجاز اور لطف و کرم کا بیان کسی اور موقع پر اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کا حقیقی اور کامل بیان ممکن ہی نہیں کہ اس کا تعلق عالم نطق و مشاہدہ سے نہیں بلکہ یہ محسوسات کے قبیل سے ہے جتنا جتنا ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا جائے گا، حریم محبت سے آشنائی جس قدر بڑھتی جائے گی نیا لطف، نیا ذوق، نئی چاشنی نئی لذت اور نیا سرور، وجد و جذب اور شعور و ادراک میں لامتناہی اضافہ کرتا چلا جائے گا۔

شربت الحب کا سابعہ کائن۔ فماتھ الشراب ولا رویت
اس موقع پر تو صرف دو مقدس و منزہ کلمات و وانت فیہم (اور آپ
تشریف فرما ہیں ان میں) پر توجہ مبذول کیجئے۔ اپنے حبیب لیب کی اس اعجاز
نشان شان کو بیان کرنے کے لیے جملہ بھی اسمیہ اختیار فرمایا اور پھر اسے بھی موقع
حال میں اللہ اللہ

دامان نگہ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو زوا ماں گلہ دارد

(عشرتی)

واضح سی دل لگتی بات ہے کہ ہمارے آقا و مولا شفیع امم، نبی محتشم
حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کریم السجایا جمیل الشیم ﷺ جب تمام اسماء و صفات
الہیہ کا مظہر اتم ہیں اور اللہ جل شانہ حی و قیوم ہے تو لا محالہ آپ ﷺ بھی
باحیات ہیں۔

اسی طرح ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ارشادات ربانیہ مثل کل نفس
ذائقۃ الموت اور وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد کے بموجب ہر

نفس لہ کو موت کا مزہ چکھنا ہے کہ اس دنیا میں دوام و بقاء کسی چیز کو حاصل نہیں۔
اس کائنات میں موجود تمام مخلوق کو یہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا ہے
اور اس انتقال ہی کا نام موت ہے۔ لیکن موت کی وجہ سے وہ جمادات کی طرح بے
جان یا نیست و نابود نہیں ہو جاتے۔ بلکہ :

”بدان کہ تمامہ اہل السنۃ والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت اور اکات
مثل علم و سمع مر سائر اموات را اذا حاد بخر خصوصاً انبیاء علیہم السلام
(جذب القلوب ص ۲۰۲) یعنی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمام اہل سنت و
جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام اور اکات مثلاً سننا، سمجھنا، جواب دینا ہر ایک بشر
کے لئے عموماً اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خصوصاً دلائل قطعیہ سے
ثابت ہیں۔“

امام قرطبی متوفی ۴۰۶ھ فرماتے ہیں :

الموت ليس بعدم محض و انما هو انتقال من حال
الى حال.

موت محض فنا ہونے کا نام نہیں ہے اس کا مطلب ایک
حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا
ہے۔“

۱۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بے شیل و مثال
ذات کے لئے بھی نفس کا اثبات فرمایا ہے۔ ويحذرکم اللہ نفسہ۔ اور کسی بھی عقل
میں یہ تصور تک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے عموم میں داخل ہے تو یہاں استثناء و
خصوص ثابت ہو گیا۔

۲۔ موت کی مزید تشریح ص ۱۱۵ پر ملاحظہ ہو۔

۳۔ موت کی مزید تشریح ص ۱۱۵ پر ملاحظہ ہو۔

لا يموت فيها ولا يحيى

اس میں نہ مریں گے نہ جنیں گے۔

یعنی زندہ تو ہوں گے لیکن منافع حیات حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی حالت مردوں سے بھی بدتر ہوگی جبکہ اس کے برعکس عام مسلمانوں کے لئے یہ تبدیلی انتہائی مفید ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

تحفة المومن الموت (شرح الصدور ص ۵)

موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۰ پر محشی صاحب امام طہی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں :

اعلم ان الموت ذريعة الى وصول السعادة الكبرى
ووسيلة الى نيل الدرجة العليا وهو احد الاسباب
الموصلة للانسان الى النعيم الابدی وهو انتقال من
دار الى دار فهو وان كان في الظاهر فناء واضمحلا
لأولكن في الحقيقة ولا دة ثانية وهو باب من
ابواب الجنة منه يتوصل اليها ولو لم يكن الموت
لم يكن الجنة

یہ بات اچھی طرح جان لو کہ موت بہت بڑی سعادت کے حصول کا ذریعہ، مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کا وسیلہ ہے۔ اور موت کا شمار ان اسباب میں ہے جو انسان کو دائمی نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں اور موت کا مطلب ایک حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا ہے۔ یہ اگرچہ بظاہر

فناً اور اضمحلال ہے لیکن درحقیقت یہی اصل زندگی کی ابتداء ہے۔ اور یہی موت جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے جنت میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اگر موت نہ ہو تو جنت کا حصول بھی ناممکن ہے۔^۱

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۱۲ھ کی مشہور و مستند تفسیر روح المعانی کے ج ۱۳ ص ۱۶۱ پر ہے کہ جب اللہ کے نیک بندوں کو موت آتی ہے۔

طیبة ارواحهم بالموت لكونه باب الوصال وسبب
الحياة الابدية

تو ان کی روحیں موت کی وجہ سے غایت درجہ مسرور ہوتی ہیں کیونکہ موت ان کے لئے وصال محبوب کا ذریعہ اور ابدی، دائمی زندگی کے حصول کا وسیلہ ہوتی ہے۔^۲

شہداء کی موت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی زندگی سے تعبیر فرمایا ہے جس کی حقیقت و عظمت انسانی شعور سے باہر ہے۔ بل احياء ولكن لا تشعرون اور شہداء کی حیات بعد از شہادت کے بارے میں علماء ربانین کا ارشاد ہے :

۱۔ سمجھا ہے موت کو غافل اختتام زندگی
۲۔ ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی (اقبال)
نشان مرد مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برب اوست (حضرت اقبال)
مرد کے مومن ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وقت موت اس کے لب تبسم ریز ہوتے ہیں۔

فذهب كثير من السلف الى انها حقيقة بالروح
والجسد و ذهب البعض الى انها روحانية....
والمشهور ترجيح الاول و نسب الى ابن عباس
وقتاده ومجاهد والحسن و عمرو بن عبید وواصل
بن عطاء الجبائي والرماني وجماعة المفسرين

(روح المعاني ج ۳ ص ۲۰)

اکثر اسلاف کا یہ مذہب ہے کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی ہے جو
روح اور جسم دونوں کا مرکب ہے روح بھی زندہ اور جسم بھی
موجود رہتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ روحانی زندگی ہوتی
ہے۔ لیکن پہلی بات (حیات حقیقی و جسمانی) ترجیح یافتہ اور
مشہور ہے۔ جو کہ حضرات ابن عباس، قتادہ، مجاہد، حسن عمرو
بن عبید، واصل بن عطاء، جبائی اور رمانی نیز کئی دیگر مفسرین
سے منقول ہے۔

کسی بھی ذی عقل پر مخفی نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ و مقام
شہداء سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعد از موت ان کی
زندگی بھی شہداء کی زندگی سے کہیں افضل ہے۔

انباء الاذکیاء ۵۱ پر مرقوم ہے :

والانبياء اولیٰ بذالك فهم اجل واعظم وقل نبی
الاوقد جمع مع النبوة وصف الشهادة
یعنی انبیاء کرام شہداء سے زیادہ جلیل القدر اور عظیم المرتبہ
ہیں لہذا ان کے لئے بدرجہ اولیٰ حیات بعد از ممات فی

القبر ثابت ہو گئی۔

تفصیل اجمال و بیان دلائل جمہور امت کا یہ متفقہ عقیدہ کیسے نہ ہو جبکہ متعدد آیات مقدسہ اور احادیث مطہرہ کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو کر نکھر آتی ہے۔ چند آیات قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا بطور غائر مطالعہ فرمائیے۔

(۱) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

وَاللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

(سورہ النساء ۶۴)

اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں آپ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت میں بغیر کسی قسم کی تخصیص زمانی کے فرمایا کہ روئے زمین کا کوئی باسی جس وقت بھی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب کر کے اپنے جان پر ظلم ڈھا بیٹھے اور اس کے بعد نادام ہو کر آپ کے دربار دربار میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کرے اور آپ بھی اس کی مغفرت اور بخشش کی سفارش فرمادیں تو پھر میرے دریائے رحمت میں وہ جولانی آئے گی کہ مجھ سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا کوئی اور ہو گا ہی نہیں۔

ناظرین کرام! عدل و انصاف کا دامن تمام کراس آیت میں غور فرمائیے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کی موت کا وہ مطلب ہو جو منکرین کا مدعا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ

اس کی مزید تائید و تقویت ص ۲۹۵ پر ملاحظہ کیجئے۔

نے جملہ مومنین کو حصول مغفرت کے لئے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ پیکر میں حاضر ہونے کا عبث حکم فرمایا؟ تعالیٰ اللہ عن ذلك علوا کبیرا اور اس آیت کے حصے فاستغفر لهم الرسول (رسول مکرم بھی ان کے لئے طلب مغفرت کریں) کا کیا مطلب ہو گا؟ کیونکہ استغفار شفاعت و تکلم اور سننا سمجھنا لوازم حیات میں سے ہے۔ یہاں ذہن میں یہ شبہ قطعاً پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ حکم حضور اکرم ﷺ کے ظاہری عہد ہمایوں کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم اور انعام کو عام رکھا ہے۔ زمان و مکان کی قید نہیں اور اطلاقات و عمومات خداوندی کی بذات خود تقید و تخصیص کرنا شرک تشریعی (شرعی امور کو ثابت کرنے میں شارع کا شریک ہونا) ہے۔ ”حضور اکرم شفیع المذنبین ﷺ کی یہ برکت حضور کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لمحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرط رنج و غم سے) مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا۔ آپ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا۔ اسی میں یہ آیت بھی تھی ولو انهم اذ ظلموا..... انخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کیلئے دعا فرمائیے :

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کے مرقد انور کی زیارت اور اس کے لئے عازم سفر ہونا شرعاً مطلوب و مستحسن اور سلف صالحین کی اتباع و پیروی ہے۔

فنودی من القبر انه قد غفر لك (تفسیر ضیاء القرآن حوالہ امام قرطبی)
مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

مسند دارمی، طبقات ابن سعد، اخبار مدینہ للزمیر، دلائل النبوة لابی نعیم
اور دیگر کتب سیر و تواریخ میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ
عنه کا ارشاد مر قوم ہے کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں میرے سوا اور
کوئی آدمی نہیں تھا میں بھی ایک کونے میں چھپا ہوا تھا۔ مجھے اوقات نماز کا پتہ اذان
کی اس آواز سے چلتا تھا جو حضور اکرم ﷺ کی قبر منور سے آتی تھی۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۰۲۰ھ اس سوال کا (کہ حضرت
عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعت مصطفویہ کا علم حاصل نہیں فرمایا تو
اس شریعت کی اشاعت و ترویج کیسے فرمائیں گے؟) جواب دیتے ہوئے تحریر
فرماتے ہیں :

قيل انه عليه الصلوة والسلام ياخذنا لاحكام من
نبينا ﷺ شفاها بعد نزوله من قبره الشريف وايد
بحديث ابي ليلى والذي نفسي بيده لينزلن عيسى بن
مريم ثم قام على قبري وقال يا محمد لا جبينه .

(روح المعاني ج ۲۲ ص ۳۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمانے کے بعد ہمارے نبی
پاک ﷺ سے آپ کی قبر شریف سے بالمشافہ احکام شریعت حاصل کریں گے اور
اس امر کی تائید ابولیلی کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے
فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ضرور نزول فرمائیں گے پھر اگر انہوں نے میری قبر پر کھڑے ہو کر

کہایا محمد (ﷺ) تو میں ضرور انہیں جواب دوں گا۔

(۲) النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ

امہتہم (الاحزاب۔ ۶)

نبی پاک ﷺ مسلمانوں کے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ ولی

ہیں اور حضورؐ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اب لغت عربی کی تمام کتب سے اولیٰ کے جو معنی بھی یہاں مراد لیجئے ماننا

پڑے گا کہ حضور اکرم ﷺ زندہ اور حیات حقیقیہ سے متصف ہیں۔ اولیٰ سے مراد

الملک (زیادہ مالک) ہو یا اقرب (زیادہ قریب) یا احب الی المؤمنین (زیادہ محبوب

مؤمنین کا) یا اولیٰ بالتصرف (مؤمنین کی جانوں میں تصرف کرنے کے زیادہ

مستحق) یا کوئی اور معنی۔ مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ

کی موت کا وہ مطلب نہیں جو اس شرذمہ قلیلہ نے سمجھا ہے۔ یہ ارشاد بھی صرف

اس عہد ہمایوں سے مختص نہیں صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی

موت کا وہ مطلب نہیں جو اس شرذمہ قلیلہ نے سمجھا ہے۔ یہ ارشاد بھی صرف

اس عہد ہمایوں سے مختص نہیں صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا کہ میں اس دنیا میں اور آخرت میں بھی مؤمنین کی جانوں سے زیادہ ان کا ولی

ہوں۔ سل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر حالت میں اپنے آپ کو

حضورؐ کا مملوک نہ جانے وہ سنت کی حلاوت اور شیرینی کو پا ہی نہیں سکتا۔

(۳) وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (سورۃ انبیاء۔ ۱۰۷)

اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا

کر بھیجا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے بلا تخصیص زمان و مکان کل مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے (جملہ مخلوقات) کا کوئی فرد ایسا نہیں جو آپ کی رحمت سے فیض یاب نہ ہو۔ آپ اٹھارہ ہزار عالموں کے ہر ہر فرد کے لئے سراپا رحمت ہیں اور رحمت کا مطلب ہے :

رقة القلب وانعطاف يقتضى التفضل والاحسان

(بیضاوی)

یعنی دل کا نرم ہونا، دل میں ایسے جذبات کا پیدا ہونا جن کی وجہ سے انسان دوسرے پر مہربانی اور احسان کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی یہ صفت جو کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ مقید نہیں اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہوں۔ کیونکہ بغیر زندگی اور حیات کے رحمت کا یہ معنی متحقق ہی نہیں ہوتا۔

(۴) و سئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من

دون الرحمن الہة یعدون (سورۃ الزخرف۔ ۴۵)

آپ پوچھے ان انبیاء سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی ذات سراپا رحمت کے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا جس کی عبادت کی جائے۔

غور فرمائیے! اگر انبیاء کرام العیاذ باللہ مردہ ہوں، مرکز مٹی میں مل گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ پوچھنے کا حکم کیا عبث فرمایا ہے؟ شب ج سید عالم ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ جب

حضور نماز سے فارغ ہوئے جبریل امین نے عرض کیا کہ سرور اکرم اپنے سے پہلے انبیاء سے دریافت فرمائیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی حضور ﷺ نے فرمایا اس سوال کی حاجت نہیں (تفسیر کبیر از امام رازی ص ۲۲۰ و دیگر تفاسیر)

(۵) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مَرِيةٍ مِنْ

لِقَائِهِ. (السجدة: ۲۳)

اور بے شک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو تم ان کی ملاقات میں شک نہ کرو۔

جلیل القدر تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ تم لوگ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات میں شک نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹)

حضرت قتادہ کے علاوہ مفسرین کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے جن میں مجاہد، کلبی اور سدی رضی اللہ عنہم ہیں۔ معمولی عقل کا مالک بھی جانتا ہے کہ ملاقات باہمی زندہ لوگوں کی ہوتی ہے مردوں کی نہیں۔

(۶) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ

أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ. (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان قربان کرنے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی زندگی کی حقیقت کا شعور نہیں۔

(۷) وَلَا تَحْسِبِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. فرحین بما آتاهم اللہ من

فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم
 الا خوف عليهم ولا هم يحزنون (ال عمران ۱۶۹-۱۷۰)
 اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو ہرگز مردہ گمان نہ
 کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا
 جاتا ہے اور ان نعمتوں کی وجہ سے مسرور ہیں جو اللہ تعالیٰ نے
 اپنے فضل سے انہیں دی ہیں اور اپنے ان پسماندگان کی وجہ
 سے خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک انہیں نہیں ملے۔ ان کو
 کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم میں مبتلا ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے مثل آفتاب نصف النہار واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی
 راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے سے اللہ رب العزت
 جل جلالہ نے بذات خود منع فرمایا ہے اور عقل عیار کے پیدا کردہ اوہام و وساوس کو
 و لکن لا تشعرون کہہ کر رد فرمادیا کہ جب یہ امر شعور و ادراک کی حدود سے ماوراء
 ہے تو پھر اس معاملہ میں عقلی گھوڑے دوڑانا ضاعت وقت اور محض اتباع ہوائے
 نفس امارہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸ پر تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے کثیر مفسرین اور جمہور
 امت کا مرجع مذہب و مذہب گزرا کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی جسمانی ہے۔ ابن قیم
 جوزی متوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں :

واذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذلك احق

واولی (کتاب الروح ص ۵۴)

یعنی جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی
 حیات اس سے کہیں زیادہ ثابت اور اولیٰ و افضل ہوگی۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں :
 ”پس ہمہ چی اند لیکن حیات ایشاں در مرتبہ کمتر است از حیات شہداء و
 حیات انبیاء کامل تر از حیات شہداء است۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۵)
 امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۴۶ھ اس آیت کے ضمن میں
 فرماتے ہیں :

واذا ثبت ذلك في الشهيد ثبت في حق النبي ﷺ
 بوجوه احدها ان هذه رتبة شريفة اعطيت للشهيد
 كرامة له ولا رتبة اعلى من رتبة الانبياء ولا شك ان
 حال الانبياء اعلى واكمل من حال جميع الشهداء
 فيستحيل ان يحصل كمال للشهداء ولا يحصل
 للانبياء لاسيما هذا الكمال الذي يوجب زيادة
 القرب والزلزلي والنعيم والانس بالعلی الاعلی
 الثاني ان هذه الرتبة حصلت للشهداء اجرا على
 جهاد هم وبذلهم انفسهم لله تعالى والنبي ﷺ
 هو الذي سن لنا ذلك ودعانا اليه وهدانا له باذن الله
 تعالى وتوفيقه وقد قال ﷺ من سن سنة حسنة
 فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة ومن
 سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها الى
 يوم القيامة فكل اجر حصل للشهيد حصل
 للنبي ﷺ لسعيد مثله والحياة اجر فيحصل
 للنبي ﷺ مثلهما.

جب یہ بات شہید کے حق میں ثابت ہو گئی تو نبی پاک ﷺ کے بارے میں بھی ثابت ہو گئی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ حیات ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو شہید کو اس کی بزرگی کی وجہ سے عطا کیا گیا۔ اور شہید کا رتبہ انبیاء کے رتبہ سے اعلیٰ نہیں اور بلاشبہ انبیاء کرام کی شان تمام شہداء سے اعلیٰ اور اکمل ہے تو یہ امر قطعاً محال ہے کہ جو کمال شہداء کو حاصل ہو وہ انبیاء کو حاصل نہ ہو بالخصوص یہ کمال جو بلند و بالا ذات کے قرب و نزدیکی اور نعمت و انس کی زیادتی کا موجب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مرتبہ شہداء کو ان کے جہاد اور اپنی جانوں کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے پر بطور اجر حاصل ہوا۔ اور نبی محترم ﷺ تو وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو ہمارے لئے مسنون قرار دیا اور ہمیں اس کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے اذن و توفیق سے اس کی ہدایت فرمائی اور حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے اور جو کوئی بر اکام جاری کرے گا تو اس کا بوجھ اس کی گردن پر ہو گا۔
 ... تو جو اجر و ثواب شہید کو حاصل ہے لا محالہ نبی پاک ﷺ کو بھی حاصل ہے کیونکہ شہید کی سعی و جہد نبی کریم ﷺ

اگرچہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی گا۔

جبکہ برائی کرنے والے کو گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور حیات بھی ایک اجر ہے تو جس طرح یہ اجر شہید کو حاصل ہے نبی پاک ﷺ کو بھی ضرور حاصل ہے۔

اور اس آیت کے عموم میں نبی اکرم ﷺ کے شامل ہونے کی اقوی دلیل وہ فرمان نبوی ہے جو سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے جسے امام بخاری اور امام بیہقی نے ذکر فرمایا ہے :

عن عائشة قالت كان النبي ﷺ يقول في مرضه الذي توفي فيه لم ازل اجد الم الطعام الذي اكلت بخير فهذا وان انقطاع ابهرى من ذلك السم.

یعنی نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا جو میں نے خیر میں کھایا تھا اور اب اسی زہر کے اثر سے میری رگ جان منقطع ہو رہی ہے۔

اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لان احلف تسعا ان رسول الله ﷺ قتل قتلا احب الي ان احلف واحدا انه لم يقتل و ذلك ان الله تعالى اتخذه نبيا واتخذه شهيدا .

(انباء الاذکیا حوالہ امام احمد ابو یعلیٰ طبرانی حاکم بیہقی)

یعنی میں نو مرتبہ یہ قسم کھاؤں کہ حضور اکرم ﷺ شہید ہوئے ہیں مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ آپ شہید نہیں ہوئے کیونکہ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ

فرماتے ہیں :

فان الله تعالى قال في حق الشهداء من امته بل احياء
عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه
حصل له ايضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل
الشاة المسمومة وعود سمها المغمومة وانما
عصمه الله تعالى من الشهادة الحقيقية للبشاعة
الصورية ولا ظهار القدرة الكاملة بحفظ فرد من بين
اعدائه من شر البرية (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

یعنی بلا شک و شبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی امت کے شہداء کے
حق میں فرمایا ”بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں“ سو ان
کے آقا بلکہ ان کے رئیس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کیا مرتبہ عظمیٰ ہو گا کیونکہ
سعادت کثیرہ مزیدہ کے ساتھ ساتھ آپ نے مرتبہ شہادت بھی حاصل کیا ہے۔
کیونکہ آپ نے زہر آلود بحری سے تناول فرمایا اور اس کا المناک زہر (عمر شریف
کے آخری حصے میں) عود کر آیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت ظاہرہ سے اس کی
صوری بد نمائی کی وجہ سے محفوظ رکھا نیز اپنی قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا کہ ایک
فرد کو اس کے کائنات کے بدترین دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھا اور وہ بھر پور
کوششوں کے باوجود آپ کو ادنیٰ گزند بھی نہ پہنچا سکے۔

حضرت امام سہووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ونبينا ﷺ سيد الشهداء واعمال الشهداء في
ميزانه وقد قال ﷺ بعد و فاتي كعلمي في

حیاتی۔ (وقاء الوقاء ج ۲ ص ۱۳۵۲)

یعنی نبی مکرم ﷺ کی حیات ادنیٰ ترین شک سے میرا ہے آپ کی یہ حیات شہداء کی حیات جس کے بارے میں ان آیتوں میں بتایا گیا ہے سے اکمل ہے اور ہمارے نبی ﷺ سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کے میزان میں ہیں اور آپ ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا بعد از وفات علم، اس ظاہری حیات کے علم جیسا ہی ہے۔

(۸) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

(سورہ بقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو (اے امت محمدیہ) سب امتوں سے افضل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پہ گواہ بنو اور رسول کریم ﷺ تم پر گواہ بنیں۔

(۹) فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ

عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء۔ ۴۱)

پھر کیا کیفیت ہوگی (ان نافرمانوں کی) جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

(۱۰) اَنَا أَرْسَلْتُكَ شَاهِدًا وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا

(سورہ احزاب۔ ۴۵)

اے نبی معظم! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور بروقت متنبہ کرنے والا۔

ان تمام آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی معظم ﷺ کو شہید اور شاہد فرمایا ہے جو کہ شہادت یا شہود سے مشتق ہے۔

امام راغب المفردات فی غرائب القرآن میں فرماتے ہیں :

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اما
بالبصر او البصيرة.

یعنی شہادت اور شہود کا مطلب یہ ہے کہ ”انسان موقع پر موجود ہو اور مشاہدہ بھی کرے۔ خواہ ظاہری آنکھوں کی بینائی سے خواہ بصیرت کے نور سے“ تو اب اس معنی کے لحاظ سے ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ زندہ ہوں موجود ہوں اور آپؐ کو امت کے اعمال کی خبر بھی ہو۔ اسی لئے تو شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :

لا فرق بین موتہ و حیاتہ ﷺ فی مشاہدتہ لا متہ و

معرفتہ باحوالہم و عزائمہم و خواطرہم و ذلك جلی

عندہ لا خفاء به (مواہب اللہ نیہ ج ۸ ص ۳۰۵)

یعنی اپنی امت کو مشاہدہ کرنے، اس کے حالات و عزائم و خطرات قلبی کو پہچاننے کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں اور یہ امر آپ کے ہاں روشن ترین ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔“ یہی شارح بخاری اسی مواہب اللہ نیہ ج ۵ ص ۲۳۷ میں حضرت عبد اللہ بن مبارک سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے ان کا مذہب ذکر کرتے ہیں :

لیس من یوم الا و یعرض علی النبی اعمال امتہ غدوة

وعشية ف یعرفہم بسیماہم و اعمالہم

ہر روز صبح و شام نبی کریم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں آپ اپنے امتیوں کو ان کی علامات اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

یہی مضمون علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی نے تفسیر عزیزی میں اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم میں ذکر کیا ہے۔ دیگر تمام مفسرین کے اقوال اسی کے ہم معنی اور مؤید ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین امت کا یہ مذہب حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مقدس کی تعمیل ہے:

فقد روى عنه عليه الصلوة والسلام انه قال حياتي
خير لكم تحدثون ويحدث لكم ومماتي خير لكم
تعرض على اعمالكم فمارأيت من خير حمدت
الله تعالى عليه وما رأيت من شر استغفرت الله
تعالى لكم

بل جاء ان اعمال العبد تعرض على اقاربه من الموتى
فقد اخرج ابن ابى الدنيا عن ابى هريرة ان النبى ﷺ
قال ولا تفضحوا امواتكم بسيات اعمالكم فانها
تعرض على اولياءكم من اهل القبور واخرج احمد
عن انس مرفوعا ان اعمالكم تعرض على اقاربكم

اس ارشاد نبوی کو حضرت حارثؓ نے اپنی سند میں حضرت انس بن مالکؓ سے بھی

روایت کیا ہے۔ (القول البدیع ص ۱۶۰)

وعشائرکم من الاموات فان کان خیرا استبشروا وان
 کان غیر ذلك قالوا اللهم لا تمتهم حتی تهديهم کما
 هديتنا اخرجہ ابوداؤد من حدیث جابر بزيادة
 والهمهم ان يعملوا بطاعتک واخرج ابن ابی الدنيا
 عن ابی الدرداء انه قال ان اعمالکم تعرض علی موتا
 کم فیسرون زیساؤن فکان ابوالدرداء یقول عند
 ذلك اللهم انی اعوذ بک ان یمقتنی خالی عبد الله بن
 رواحة اذا لقیته یقول ذلك فی سجوده (روح

المعانی ۲۱۳ علامہ آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ

میری زندگی تمہارے لئے نری خیر ہے تم سے کوئی امر وقوع
 پذیر ہوتا ہے تو (مجھ پر نزول وحی کے ذریعے سے) تمہارے
 لیے (اس کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں) نیا حکم آجاتا
 ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) میری موت بھی تمہارے لئے
 سر اسر بھلائی اور خیر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جایا
 کریں گے تو تمہارے اچھے اور نیک کام دیکھ کر اللہ کا شکر اور
 ثنایاں کروں گا لیکن اگر تمہارا کوئی غیر صالح فعل دیکھا تو اللہ
 تعالیٰ سے تمہارے لئے دعاء مغفرت کروں گا (متعدد
 احادیث میں) آیا ہے کہ زندہ لوگوں کے اعمال ان کے قریبی
 اموات پر پیش کئے جاتے ہیں مثلاً محدث ابن ابی الدنيا نے
 حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول
 محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اعمال کر کے اپنے مردوں

کو شر مسار نہ کرو کیونکہ اعمال تمہارے قربت دار قبر والوں پر پیش کئے جاتے ہیں اور امام احمد نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں اور غیر صالح ہو تو رب کریم کے حضور عرض کرتے ہیں یا اللہ ان کو ہدایت کرنے سے پہلے نہ مارنا جس طرح تو نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے۔ اور محدث ابو داؤد نے اسی حدیث کو حضرت جابر سے روایت کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے ”اور ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دے کہ وہ اپنے اعمال میں تیری اطاعت کریں۔“ اور حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو ذرؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا ”تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں پھر (نیک اعمال دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں اور (برے اعمال دیکھ کر) رنجیدہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر ار حم الراحمین سے دعا کرتے ہیں۔ ”یا اللہ میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے ماموں سفرت عبد اللہ بن رواحہ سے ملاقات کروں تو وہ مجھ سے رنجیدہ ہوں۔“ وہ دعا سجدہ میں کیا کرتے تھے۔

بزار برجال صحیح از عبد اللہ بن مسعود می آرد کہ فرمود مرخدارا فرشتگان اندسیاح در زمین کہ میرسانند مرا اعمال شمارا از انچه بہتر است شکرمی گویم مرخدارا ابران و آنچہ بدمی بینم استغفار می کنم شمارا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۳۸)

یعنی محدث جلیل بزار رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تخریج کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور تمہارے اعمال مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ اس میں سے جو بہتر ہوتا ہے اس پر میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو برا عمل مجھے نظر آتا ہے اس کے لئے تمہارے واسطے استغفار کرتا ہوں۔

آپ لوگ ان سطور کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں ڈاکٹر عثمانی صاحب نے ان تمام باتوں کا بھی انکار کیا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ قرآن و حدیث اور ان کی روشنی میں تابعین عظام اور علماء کرام کا مذہب صحیح ہے یا ڈاکٹر عثمانی صاحب اور ان کے چند پیروکاروں کا۔

(۱۰) یایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا له بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

(سورہ الحجرات-۲)

اے ایمان والو! بلند کرو اپنی آوازیں نبی معظم کی آواز سے اور نہ چلا کر ان کے سامنے بات کرو جیسے ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو کہ کہیں) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نعمت ایمان سے بہرہ ور تمام انسانوں کو متنبہ فرما رہے ہیں مطلقاً فرمایا یایہا الذین امنوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو کسی علاقے یا زمانے کے مومنوں کو مختص اور مقید نہیں کیا بلکہ دیگر احکام قرآنیہ کی

طرح عام اور مطلق رکھا، دولت ایمان سے بہرہ ور ہر خوش بخت کو چوکنا کر دیا کہ خبردار میرے محبوب کے سامنے اس کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کی آواز سے کر لیتے ہو کہ وہ تم جیسے نہیں۔ یہ تنبیہ تمہیں اس لئے کی جا رہی ہے کہ کہیں اس گستاخی و بے ادبی کے باعث تم اپنے تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھو اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

بارگاہ مصطفوی کے آداب و اطوار سکھانے والی یہ آیت طیبہ ہمارے عقیدہ منیفہ کی بنی دلیل ہے کیونکہ یہ حکم کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک کے مومنین کو شامل ہے اور اس حکم کا یہی عموم صحابہ کرام اور جمہور امت نے سمجھا ہے بیان کیا ہے۔ پس اگر نبی کریم ﷺ زندہ ہی نہیں، اپنی قبر انور میں موجود ہی نہیں، کچھ سنتے سمجھتے نہیں تو پھر اب آواز بلند کرنے کی ممانعت کا کیا مطلب؟ دو صورتوں میں سے ایک کو ماننا ہو گا یا تو یہ آیت منسوخ و مخصوص ہے، ورنہ نبی مکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ زندہ ہیں، اپنے مرقد انور میں حواس و مشاعر اور تصرفات کے مختار ہیں۔

حضرت العلام مولانا مولی الروم الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۷۱ھ اسی آیت ضبیہ کے ضمن میں فرماتے ہیں :

وقد کره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه

السلام لانه حي في قبره (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۶)

مفسر شہیر حضرت ابوالفضل سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ

اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں :

واستدل العلماء بالآية على المنع من رفع الصوت

عند قبره الشريف ﷺ

مطلب یہ کہ علماء کرام نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے قبر انور کے پاس آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اس گستاخی و بے ادبی کو مکروہ قرار دیا ہے۔

کتب فقہ میں حضرات فقہائے کرام نے زیارت قبر شریف کے آداب میں اس بات کو خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے من شاء فلینظر و لیتمتع۔ اگر کوئی شخص مزار اقدس و انور کے متصل اپنی دیوار میں کیل ٹھونکتا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاهما فوراً آدمی بھیجتے ہیں۔

لاتؤذوا رسول اللہ ﷺ فی قبرہ
رسول مکرم ﷺ کو ان کی قبر میں ایذا نہ پہنچاؤ۔

(مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۷۳۷)

احناف کے مایہ ناز محدث و فقیہ حضرت ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۳ پر حضرت عمرؓ و ارضاء عنہا کے درج ذیل واقعہ کو ذکر کرتے ہیں :

”حضرت عمرؓ نے حضرت سائب بن یزیدؓ کو کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ وہ دو آدمی جو بلند آواز سے باتیں کر رہے ہیں ان کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ دونوں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہاں کے ہو تم دونوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اہل طائف میں سے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم پردیسی ہو آداب مسجد نبویؐ سے اتنے واقف نہیں اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے اور نبی کریم ﷺ کی مسجد میں اسی طرح بلند آوازی کرتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ فرمایا تمہیں لحاظ نہیں کہ رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو :

ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول اللہ ﷺ (رواہ البخاری)
 اس آخری جملہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
 ای خصوصاً اذمع شرافتہ لہ زیادة مزیة انه علیہ
 السلام فی قبرہ حی وقال تعالی لا ترفعوا اصواتکم
 فوق صوت النبی۔

یعنی ایک تو مسجد اور پھر مسجد نبوی جس میں مزید عظمت و شرافت یہ ہے
 کہ نبی کریم ﷺ اس سے متصل اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن
 کریم میں آپ کی آواز سے بلند آواز اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

احادیث رسول کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم

(۱) ابو یعلیٰ نے اپنی مسند اور امام بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

الانبياء احياء في قبورهم يصلون
یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس حدیث شریف کے بارے میں شیخ الحدیث انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں :

وفي البيهقي عن انس وصححه الحافظ في المجلد

السادس (فيض الباری ج ۲ ص ۶۴)

یعنی اس حدیث کو بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری ج ۶ میں اس کی

موافقت کی ہے۔

اسی حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کشمیری صاحب لکھتے ہیں :

وحيث ان ارواح الانبياء عليهم السلام ليست
بمعطلة عن العبادات الطيبة والافعال المباركة بل
هم مشغولين في قبورهم ايضا كما كانوا مشغولين
حين حياتهم في صلاة وحج وكذلك حال تابعيهم
على قدر المراتب.

یعنی اس لحاظ سے اس حدیث انس کا معنی ہو گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی ارواح مقدسہ عبادات طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں بلکہ وہ
حضرات اپنی اپنی قبور میں مثل حیات دنیوی ظاہری نماز و حج وغیرہ میں مشغول
رہتے ہیں اور حسب مراتب آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کا بھی یہی حال ہے۔
اس حدیث پر اپنی گفتگو کو یوں سمیٹا ہے :

والحاصل ان الحياة في حديث البيهقي انما هي
باعتبار الافعال ولذا كلما ذكر في الاحاديث حياة
احد ذكر معه فعل عن افعاله ايضا ليكون دليلا على
وجه الحياة اما حياة نفس الروح فهي بمعزل عن
النظر . (فيض الباري ج ۲ ص ۶۵)

یعنی اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شہیدی میں حیات صرف افعال
کے لحاظ سے ہے (یعنی وہ لوگ اعمال صالحہ افعال حسنہ مثل دنیا بجالاتے رہتے
ہیں) اور اسی لئے جب بھی احادیث میں کسی کی حیات کا ذکر ہوا، اس کے افعال میں

لہذا وجدت في الاصل، المطوع من مكتبة محمد يقوب قراي۔

سے کسی فعل کا بھی ذکر ہوا تاکہ صورت حیات کی وضاحت و دلیل ہو باقی رہی حیات روح تو وہ تو نظر و فکر سے الگ تھلگ ہے۔ (اس کے ثبوت کے لئے دلائل کی ضرورت نہی، دلائل کے علیحدہ ہونے کے باوصف بھی ثابت ہے)۔

(۲) الحلیۃ لابی نعیم میں حضرت ابن عباسؓ سے اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے :

ان النبی ﷺ لیلۃ اسری بہ مریموسیٰ علیہ السلام

وہو یصلی فی قبرہ وفی رواۃ قائم یصلی فی قبرہ

حضور اکرم ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزر فرمایا (تو دیکھا) کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

عثمانی صاحب نے تا حال تو اس حدیث کو ضعیف اور منکر نہیں قرار دیا البتہ اپنی محرفانہ طبیعت سے مجبور ہو کر چند عقلی لیکن حقیقت میں عقل سے کوسوں دور شبہات وارد کئے ہیں موصوف کے کتابچہ عذاب قبر ص ۲۰، ۲۱ کا فوٹو ملاحظہ ہو :

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں

پیش کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں :

”مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیر

الاحمر وہم قائم یصلی فی قبرہ۔ (مسلم عربی جلد ۲ ص ۲۶۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا معراج کی رات موسیٰ کی اس قبر پر سے گزر راجو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

(مسلم جلد ۲ عربی ص ۲۶۸)

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے ”قبر میں زندگی“ کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ، موسیٰ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پر دانوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں جانتے ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء محمد ﷺ سے پہلے براق اور جبرئیلؑ کی ملاقات کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ ا۔ ہم ان کو زندہ مانتے ہیں، جانتے ہیں لیکن قبور پر نور میں قیدیوں کی طرح محبوس نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل خاص سے یہ قوت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آئیں جائیں عالم علوی، سفلی میں حسب مشیت تصرف کریں ص ۶۱ بھی ملاحظہ ہو۔

جبرئیل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ : من ہذا یا جبرئیل (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیل) اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ ہذا آدم (یہ آدم ہیں) "ہذا عیسیٰ ہذا موسیٰ، ہذا ابراہیم۔ (بخاری جلد اول ص ۴۷۱-۴۷۰، حدیث معراج) (عن ابی ذرؓ و مسلم جلد ۱- ص ۹۲-۹۳) تو جواب میں چپ سادھ لی جاتی ہے۔ دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا ان کو انکی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل و صورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا وہ آسمانوں سے نیچے اتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے ورنہ یہاں ان کو دیکھ کر جب نبیؐ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیل سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی مزید براں نبیؐ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

عثمانی صاحب کو دراصل یہ سمجھ میں نہیں آسکا کہ ایک شخص بیک وقت متعدد مقامات پر کس طرح ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام : زمان و مکان کی یہ حدود اور قیود صرف اور صرف جسمانی و مادی کثافتوں کی وجہ سے ہیں جس قدر یہ کثافتیں معدوم ہوتی جائیں زمان و مکان کے حجابات اٹھتے جائیں گے۔ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کی روح اس کی جسمانی کثافتوں کی قیود سے آزاد ہو جاتی ہے اور آسمان کی بے کراں پہنائیوں، رفعتوں زمین کی اتھاہ پہنائیوں کی سیر دور دراز مقامات پر اعزہ و اقارب سے ملاقات کے علاوہ اور کئی ناقابل یقین عجیب و غریب واقعات کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کا تعلق جسم کے ساتھ بھی موجود رہتا ہے۔

اسی طرح ملائکہ چونکہ جسمانی کثافتوں سے آزاد ہیں سو بیک وقت

متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ اب ان کا سدرۃ المنتہی سے کوئی تعلق نہیں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :

ان جبریل علیہ السلام مع ظهورہ بین یدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صورة دحیۃ الکلبی او غیرہ لم یفارق سدرۃ المنتہی^۱ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

بلاشبک و شبہ جبریل حضور اکرم ﷺ کے حضور دحیہ کلبی یا کسی اور صحابی کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود کبھی بھی سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوئے۔

محققین کا خیال ہے کہ مشاہدہ جمال و جلال حق میں مستغرق رہنے کی وجہ سے جب نیک امتی کا حال ارواح کی طرح ہو جاتا ہے تو مظہر صفات خداوند ذوالجلال ہو جاتے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حبیب رب العالمین محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جنہوں نے اپنی سر کی آنکھوں سے ذات باری تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے بدرجہ کمال و اتم اس وصف سے متصف ہوں گے۔ سو اس وصف کے پیش نظر ان کے سامنے نہ کوئی زمانی حجاب ہو گا نہ مکانی۔ امام شہقی متوفی ۷۵۸ھ فرماتے ہیں :

وکل ذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضا فقدیری

موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری^۲

^۱ یہی بات شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة ج ۲ ص ۳۵ پر بیان کی ہے
^۲ معراج و اسراء کے لئے برحق اور جبریل کی رفاقت لازمی ضروری نہیں جس طرح کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان اسباب کے بغیر بھی اس بات پر قادر ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ حضرات قدسی صفات اس عالم اسباب سے جا چکے ہیں۔

بموسیٰ وغیرہ الی بیت المقدس کما اسری
بنینا ﷺ فیراہم فیہ ثم یعرج بہم الی السموت
کما عرج نینا ﷺ فیراہم فیہا کما اخبر وحلولہم
لہ فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل
کما ورد بہا خبر الصادق وفی کل ذلک دلالة علی
حیاتہم (حیۃ الانبیاء ص ۱۳)

یہ تمام باتیں صحیح ہیں ان میں باہمی تضاد نہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ
نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اس کے بعد حضرت
موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح بیت المقدس لے جایا گیا جس طرح
نبی مکرم ﷺ کو چنانچہ آپ ﷺ نے یہاں بھی ان حضرات کو دیکھا پھر ان
حضرات قدسی صفات کو اسی طرح آسمانوں کی بلندیوں پر لے جایا گیا جس طرح
حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں بھی ان حضرات
انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی جس طرح کہ آپ ﷺ نے خود بتایا ہے
اور ان حضرات کا مختلف مقامات^۱ پر مختلف اوقات میں موجود ہونا عقلاً بھی جائز
ہے اور الرسول الصادق الامین کی خبر اس پر مستزاد ان تمام واقعات میں یہ دلالت
موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

۱۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام یک وقت مختلف مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ
نئی اور خود ساختہ بات نہیں بلکہ قرون لوئی کے حضرات کا یہی مذہب تھا۔ عقل و نقل
سے یقین بات ثابت ہے۔

۲۔ اور اسی طرح اگر اہل سنت و جماعت کہیں کہ ”نبی ﷺ حاضر و ناظر ہیں“ تو ان پر غصہ
کیوں کہ یہ بات انہوں نے اپنی ذاتی اغراض اور مخصوص نظریات کی اشاعت کے لئے تو
نہیں تراشی بلکہ انہوں نے اسلاف کبار رحمہم اللہ کی اتباع کی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ نبی کریم ﷺ نے پھر ان حضرات کے بارے میں جبریل علیہ السلام سے کیوں پوچھا۔ من هذا (کون ہیں یہ؟) تو اس سلسلے میں ایک بنیادی بات ذہن میں رکھیے کہ سوال عدم علم کی دلیل نہیں ہوتا۔ اور قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں :

واذ قال الله يعسى ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذوني وامی الهین من دون الله قال سبحنک ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته (المائدہ-۱۱۶)

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو تو حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ تیری شان بہت بلند ہے میرے لئے مناسب نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھے ضرور علم ہوتا۔

معلوم ہوا کہ پوچھنا جمالت کی دلیل نہیں بلکہ اور مقاصد کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری گزارش یہ کہ یہ ایک تعارفی انداز ہے۔ ایک آدمی جب اپنے کسی دوست کو اپنے علاقے میں گھماتا پھراتا ہے سیر کراتا ہے تو اس قسم کے کلمات بولے ہی جاتے ہیں۔ یہ کون صاحب ہیں۔ ان سے پہلے بھی کہیں ملاقات تو ہوئی ذرا ان کا تعارف کروائیے وغیرہ۔ دیکھئے جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کو ہمراہ لے کر آسمان دنیا پر پہنچے تو اس آسمان کے خازن نے کہا من هذا بھٹی کون ہو قال هذا جبرئیل جبرئیل ہوں، پھر خازن نے پوچھا مامعک احد، کوئی ساتھ بھی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا معی محمد میرے ساتھ محمد (ﷺ)

ہیں۔ اور ہر آسمان پر یہی معاملہ ہوا ان آسمانوں کے خازنوں نے حضرت جبریل سے بھی یہی سوال کیا۔ کیا وہ حضرت جبریل کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں یہ شبہ قطعاً نہ دل میں آئے کہ اگر باہر سے آکر کوئی دروازہ کھٹکھٹائے تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ دروازے پر کون ہے اگرچہ کوئی انتہائی ہی قریبی ہو کیونکہ آسمان دروازے یا دیوار کی طرح ٹھوس اور مجسم نہیں بلکہ ایک لطیف شے ہے نیز ملائکہ اور ہمارا حال مساوی نہیں۔ ملائکہ کے لئے کوئی حجاب، رکاوٹ اور پردہ نہیں۔

وہذا جلی لا خفاء فیہ۔

معزز قارئین کرام! ایمان اور علم میں صرف اور صرف یہ فرق ہے کہ علم، عقل کا نتیجہ ہے۔ حواس خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی قوتوں) کا ثمرہ ہے لیکن ایمان ان قوائے مدرکہ اور حواس و مشاعر کے دائرہ سے کہیں بلند اور ماوراء اشیاء کو بن دیکھے صرف اور صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتانے پر تسلیم کر لینے کا نام ہے۔ خدا کو کس نے دیکھا، وہ کیسے ہے، ملائکہ، جنت، دوزخ کا کس نے مشاہدہ کیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ محض عقل سے کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ قرآن ہے، اسی لئے تو کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، کوئی ان کو آکر بتلاتا ہے سو یہ ہمیں پڑھ کر سناتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں تو متقین کی صفت ہی یہ بیان کی گئی ہے یؤمنون بالغیب و دان دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جب آپ ان سب اشیاء کو بن دیکھے بغیر عقل کے فیصلے مانتے ہیں تو پھر آخر صرف حیات بعد الموت کو آپ اپنی عقل کی کسوٹی سے کیوں ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

(۳) تمام کتب حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی پاک زبان وحی ترجمان سے معراج کا واقعہ موجود ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کا اس رفیع القدر سفر میں

حضرت عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گذر ہوا تو وہ حضرات کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز یہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس میں جمع ہوئے، حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور امامت کرائی۔ پھر مختلف آسمانوں پر ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور انور ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ کو خوش آمدید کہا۔ حریم ناز سے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ سے تکرار عرض کیا کہ نمازوں کی یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔

انصاف فرمائیے کہ کیا ان افعال کو سرانجام دینے والے مرد ہوتے ہیں؟

(۴) عن انس قال قال رسول الله ﷺ من صلى على مائة في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا و كل الله بذلك ملكا يدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا يخبرني من صلى على باسمه و نسبه و عشيرته فآثبته عندی فی صحيفة بیضاء

(مہتمی۔ ترغیب)

حضرت انسؓ سے حضورؐ پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی مروی ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعرات اور جمعہ کو سو دفعہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ اس درود شریف پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو اس درود شریف کو مجھ پر یوں

پیش کرتا جیسے تم ایک دوسرے کو تحائف پیش کرتے ہو۔ اور وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے کہ فلاں قبیلے فلاں نسب کے فلاں نام کے آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ سو میں اسے اپنے پاس موجود نفیس کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔

غور کیجئے سننا، سمجھنا، جواب دینا، لکھنا اور کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنا کیا مردوں کے بس میں ہوتا ہے۔ اور مزید سنئے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاء (ان منہ۔ اصہبانی) تمہارے ان اعمال کی مجھے خبر ہو جاتی ہے تم اس میں شک نہ کرو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ بغیر کسی شک کے جان لو کہ میرے علم و شعور کی کیفیت میری موت (ظاہری عارضی) کے بعد بھی وہی ہوگی جو اس حیات (دنیوی، ظاہری) میں ہے۔

(۵) امام شہبہقی متوفی ۵۸۷ھ نے اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء ص ۱۳ پر حضرت اوس بن اوس ثقفی سے مروی حضور پر نور ﷺ کا ارشاد رقم کیا ہے :

افضل ایامکم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخة و فیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیہ فان صلواتکم معروضة علی قالوا و کیف تعرض صلاتنا علیک و قد اومت یقولون بلیت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء.

تمہارے سب دنوں میں افضل دن جمعہ ہے کیونکہ اسی دن حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا اور لوگ بے ہوش ہو جائیں گے سو اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے

حضور پیش کیا جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہمارا درود
بھلا آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپؐ بوسیدہ ہو چکے ہوں
گے۔ تو حبیب ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین
پر (بوجہ تکریم) حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد^۱ ظاہرہ
کو کھائے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام احمد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی
ابن خزیمہ، ابن حبان، طبرانی (فی الکبیر)، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور امام حاکم
نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ المختصر یہ کہ یہ حدیث صحیح احادیث کے اکثر
مجموعوں میں موجود ہے۔ اس حدیث کے بارے میں حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
کا ارشاد ہے انہ علی شرط البخاری ولم یخرجہ۔ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ
اللہ علیہ کی شرائط تخریج حدیث پر پوری آتی ہے تاہم ممکن میں یہ حدیث موجود
نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں اس حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے
حافظ عبد الغنی اور حافظ منذری نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ابن دحیہ کا ارشاد
ہے صحیح محفوظ۔ یہ حدیث صحیح محفوظ اور عادل رواۃ کی روایت ہے۔ امام بخاری علیہ
رحمۃ الباری نے اس حدیث کے ایک راوی ”حسین بن علی الجعفی جو کہ اس حدیث
کو عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کر رہے ہیں“ کے بارے میں اپنی کتب
میں لکھا ہے کہ حسین بن علی کو عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے سماع حاصل نہیں
بلکہ وہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتے ہیں جو کہ منکر الحدیث ہے

۱۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربہ القوی فرماتے ہیں: و ظاہر آئت کرنا
خوردن زمین جسد شریف را کہ کنایت است از حیات (مدارج النبوة ج ۱ ص ۸۸) ظاہر
ہے کہ زمین کا جسد شریف کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے (کیونکہ جواب مانگے)

لیکن غلطی سے عبدالرحمن بن یزید بن جابر کہتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں بعض دیگر حفاظ حدیث نے بھی یہ علت بیان کی ہے۔ عثمانی صاحب کو یہ چند حروف مل گئے سوان پر خوب حاشیہ آرائی کی سو مناسب ہو گا کہ یہاں ذرا تفصیل سے کام لیا جائے حسین بن علی الجعفی کی علم و نقد حدیث میں جلالت اور رسوخ کو ائمہ حدیث نے خراج تحسین پیش کیا ہے ان کی ثقاہت و دیانت و عدالت پر اتفاق ہے اور عبدالرحمن بن یزید بن جابر، حسین بن علی کے ہم عصر تھے اور ان کی کوفہ میں تشریف آوری بھی ثابت ہے جس طرح کہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم کوفہ آئے سو ممکن ہے کہ ابن جابر کوفہ آئے ہوں اور حسین بن علی الجعفی نے ان سے یہ حدیث سنی ہو اس حدیث کی اسناد متعددہ میں حسین بن علی نے عبدالرحمن بن یزید بن جابر یعنی انہوں نے بذات خود مجھے یہ حدیث سنائی کہہ کر حدیث بیان کی ہے یہ بات عقل سے کوسوں دور ہے کہ حسین الجعفی جیسا معتبر، ثقہ، صاحب علم و نقد اور دیانت و امانت میں مشہور شخص ابن جابر سے کوئی حدیث سنے بغیر کہہ دے کہ میں نے ان سے سنی ہے حقیقت یہ ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو دونوں عبدالرحمن سے سماع حاصل تھا لیکن جوہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری و بعض دیگر ائمہ کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی (اور اس کی کئی مثالیں ہیں اور نہ ہی یہ ناممکنات میں سے ہے) حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں ابن جابر کے تذکرہ میں صراحت کی ہے۔ کہ حسین بن علی اور ابواسامہ دونوں نے ان سے روایت کیا ہے اور ان سے حسین بن علی کی روایت مستند سمجھی جائے گی اور اس طرح حافظ دارقطنی نے بھی لکھا ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع حاصل ہے سو بات واضح ہو گئی کہ اس حدیث کے راوی اول سے لے کر آخر تک ثقہ، عادل اور تام الضبط ہیں اسی لئے تو دیگر ائمہ حدیث نے اس حدیث کی تصحیح و

تصدیق اور ثقاہت کو ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر ہی تو لکن وجہ نے کہا :

انہ صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انہ منکر

او غریب لعلہ خفیة به فقد استروح لان الدارقطنی

ردھا (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۳۹)

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے راوی یکے بعد دیگرے عادل ہیں اور جن حضرات نے اس حدیث میں کسی علت خفیہ کو تصور کرتے ہوئے اسے منکریا غریب کہا ہے انہوں نے اس معاملے میں پوری چھان بین نہیں کی اور اگر بفرض محال ایک منٹ کے لئے اسے ضعیف تصور کر بھی لیا جائے تو پھر بھی تعداد طرق (مختلف واسطوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے اس کا ضعف جاتا رہے گا جس طرح کہ علماء اصول حدیث نے تصریح کی ہے اور حضرت اوسؓ کی اس حدیث کی شاہد وہ تمام احادیث ہیں جو حضرات ابو ہریرہؓ، ابو درداءؓ، ابو امامہؓ، ابو مسعودؓ، انسؓ، حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہیں اور ان سے لفظاً و معنیاً اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

کتنے ایسے راوی ہیں کہ دیگر ائمہ فن اور ناقدین نے انہیں متروک ضعیف اور منکر کہا ہے لیکن امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی احادیث کی تخریج کی ہے کسی بھی راوی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے دیکھی جائے وگرنہ شاید ہی کوئی ایسا راوی ہو جس کے بارے میں جرح کے اقوال وارد نہ ہوئے ہوں آپ حضرات بخوبی واقف ہوں گے کہ امام الائمہ سراج الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی کے متعلق بعض حضرات نے جرح کرتے ہوئے انتہائی شدید بلکہ نازیبا اور ناگفتہ بہ کلمات کہے ہیں۔ لیکن امت مسلمہ کی اکثریت کا ان کے بارے میں نظریہ و اعتقاد آپ سے مخفی نہیں۔

(۶) علامہ ابن قیم الجوزی متوفی ۷۵۱ھ نے حضور اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کے موضوع پر اپنی کتاب ”جلاء الافہام فی ذکر الصلوٰۃ علی خیر الانام“ میں امام طبری کی سند سے ایک حدیث نقل کی ہے یہ حدیث مع ترجمہ لہ از قاضی محمد سلیمان منصور پوری ملاحظہ ہو۔

”طبرانی نے دوسری سند کے ساتھ ابو الدرداءؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود
تشہده الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الابلغنی
صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی
ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء
جمعہ کے دن درود بخیرت پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ یوم مشہود
ہے۔ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو بندہ درود پڑھتا
ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔
عرض کیا گیا حضور کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا وفات کے
بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو
کھانا حرام کر دیا ہے۔

”اس حدیث کو حافظ منذری نے ترغیب میں ابن ماجہ کی سند جید کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے“

۱۔ میں نے عمداً قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کا ترجمہ ذکر کیا ہے تاکہ ان کی شہادت بھی شامل ہو جائے۔ (خالد)

۲۔ اصل جلاء الافہام میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

اگر حضور انور ﷺ کی موت کا وہ مطلب لیا جائے جو ڈاکٹر عثمانی نے کشید کیا ہے تو اس حدیث میں سرور کو نین ﷺ نے صحابہ کرام کے سوال پر جو جواب ارشاد فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہو گا؟ اور درود پڑھنے والے کی آواز پہنچنے کا کیا مقصد؟ اور کس کو پہنچتی ہے؟ ترغیب منذری میں حدیث ابی الدرداء کے تحت فاضل محشی علامہ مصطفیٰ محمد عمارہ صاحب حضور پر نور کے جوابی ارشاد گرامی کا مدعا بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فاخبر رسول الله ﷺ انه حي في قبره بسمع صلاة

المصلي فياذن الله له ان يرد عليه السلام

یعنی رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے صحابہ کو بتا دیا کہ آپ قبر میں بھی زندہ ہیں، درود خوانوں کا درود سنتے ہیں اور باذن اللہ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۱ اور امام سخاوی نے القول البدیع ص ۱۵۸ پر اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ذکر فرمائے ہیں:

فنبی الله حي يرزق

یعنی حضورؐ نے فرمایا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ امام ابن ماجہ طبرانی اور ابن قیم نے انہی الفاظ کو اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ناظرین کرام! خیال رکھیے کہ حافظ منذری اور امام ابن ماجہ اس حدیث کو صحیح اور سند جید سے مروی بتا رہے ہیں اور کتاب میں تخریج کرنے والے علامہ ابن قیم ہیں۔ عثمانی صاحب ان جلیل القدر علماء کے سامنے پرکاش کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

(۷) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله ﷺ من

صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی غائبا

ابلفته. (ابناء الاذکيا علامہ السیوطی بحوالہ امام
بیہقی امام اصبہانی (ترغیب) نیز اس حدیث کی تخریج
امام سخاوی و صاحب مشکوٰۃ نے بھی کی ہے)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ
نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا
ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو غائبانہ درود شریف پڑھے
مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۸) انباء الاذکیا میں علامہ جلال الدین سیوطی نے حوالہ تاریخ امام
بخاری حضرت عمار بن یاسرؓ سے نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کا ارشاد ۱ گرامی نقل
کیا ہے :

۱۔ اس سے یہ شبہ ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ حضور پر نور ﷺ دور کی آواز کو نہیں سن سکتے۔
قبل ازیں آپ ان قیم کے حوالے سے حضور کا ارشاد ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بلفنی صوت
درود خواں کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ دلائل الخیرات (درود شریف کا
حسین مجموعہ جسے تمام مکاتب فکر کے علماء پڑھتے اور پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور
موجودہ حکومت سے قبل حرمین شریفین میں دیگر شیوخ کی طرح شیخ الدلائل بھی
ہوتے تھے جو دلائل الخیرات کی اجازت دیا کرتے تھے میں مذکور ہے کہ حضور پر
نور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسمع صلوٰۃ اهل مجتبیٰ: اہل محبت کا درود میں خود سنتا ہوں۔

۲۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کی اسی روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح، ابوالقاسم اللقیمی نے اپنی
ترغیب حارث نے اپنی مسند، ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب، طبرانی نے معجم کبیر، ربیعانی
نے اپنی مسند، ابن حرج نے اپنی۔ ابن نصر طوسی نے اپنی کتاب احکام اور بزار نے اپنی
مسند میں ذکر کیا ہے۔ (القول البدیع، جلاء الافہام) امام سخاوی نے ص ۱۱۲ پر اس
حدیث کی صحت ثابت کی ہے۔

ان الله تعالى ملكا اعطاه اسماع الخلائق قائم على
قبري فما من احد يصلي على صلاة الابلغنيها.

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتے کو تمام مخلوقات کی
آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر انور پر
کھڑا ہے تو جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ مجھے
پہنچا دیتا ہے۔

الترغیب میں حوالہ امام بزار حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے :

الا ابلغني باسمه واسم ابی هذا فلاں بن فلاں يصلي عليك
یعنی حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ مجھے درود خواں کا نام اور اس
کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ ”یا رسول اللہ آپ کے فلاں بن فلاں غلام
نے آپ پر درود بھیجا ہے“۔ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے علامہ سخاوی نے
القول البدیع ص ۱۱۲ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے :

”پھر اللہ تعالیٰ اس کے ہر درود کے بدلے اس پر دس رحمتیں
نازل فرماتا ہے“

(۹) امام شہبختی نے اپنی سند کے ساتھ جرائد الائمہ راس المفسرین، حضور
پر نور ﷺ کے عم زاد حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد کرتے ہیں :

ليس احد من امة محمد ﷺ يصلي عليه صلوة
الا وهي تبلغه يقول له فلاں يصلي عليك كذا وكذا

(حياة الانبياء ص ۱۸)

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا جو امتی

بھی آپ پر درود بھیجتا ہے وہ آپ کو پہنچ جاتا ہے!

فرشتہ حضور انور ﷺ سے عرض کرتا ہے ”قلاں شخص یوں

یوں آپ پر درود پڑھ رہا ہے“

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر بسند الامام حضرت سلیمان بن حکیم کا قول

نقل ہے :

لہ اس سے پہلے گذرا کہ ملائکہ سیاحین درود سلام پہنچاتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ خود بھی سماع فرما لیتے ہیں اور ان احادیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایک عظیم الخلق فرشتہ نبی مکرم ﷺ کے مزار پر انوار پر موجود ہے اور وہ تمام دنیا میں سے درود و سلام کی آواز سن کر حضور پر نور ﷺ سے عرض کرتا ہے۔ اس میں کوئی منافات یا ضد نہیں روزمرہ کا مشاہدہ اس کیفیت کی تائید کرتا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الہدی ج ۲ ص ۳۰۲ پر لکھا ہے : واعلم ان حدیث عرض الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لا يقوم دلیلاً علی نفی علم الغیب وان كانت المسألة فیہ ان نسبة علمہ ﷺ و علمہ تعلیٰ کنسبة المتناهی بغیر المتناهی لان المقصود بعرض الملائکہ هو عرض تلك الكلمات بعینہا فی حضرته العالیۃ علمہا من قبل اولم یعلم کعرضہا عند رب العزۃ ورفع الاعمال الیہ فان تلك الكلمات مما یحیا بہ وجہ الرحمن فلا ینفی العلم فالعرض قد یكون للعلم واخری لمعان اخر فاعرف الفرق یعنی اس چیز کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ و سلام یا طے فرشتہ پیش ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث نفی علم غیب کی دلیل نہیں اگرچہ اس مسئلہ میں حقیقت تو یہ ہے کہ نبی ﷺ کے علم کی اللہ جل مجدہ کے علم کے ساتھ نسبت کی مثال وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہوتی ہے ملائکہ کے ذریعے عرض صلوٰۃ و سلام سے مقصود نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں بعینہ انہی کلمات کو پہنچانا ہوتا ہے۔ حضور کو پہلے سے علم ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح کہ ملائکہ مسلمانوں کے احوال و اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اس عرض ملائکہ در رفع اعمال کا علم الہی کے وجود و عدم سے کوئی تعلق نہیں۔

رَأَيْتَ النَّبِيَّ فِي النَّوْمِ فَقُلْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ لَاءَ الَّذِينَ
يَاتُونَكَ فَيَسْلَمُونَ عَلَيْكَ اتَّفَقَهُ سَلَامُهُمْ قَالَ نَعَمْ وَارَدَ
عَلَيْهِمْ.

میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو عرض
کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کی خدمت اقدس میں
حاضر ہیں سلام عرض کرتے ہیں تو کیا آپ ان کا سلام
سمجھتے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اور ان کو سلام کا
جواب بھی دیتا ہوں۔

اسی قول سلیمان بن تحکم کو امام سخاوی نے بھی ذکر کیا ہے۔ نیز حضرت
ابراہیم بن شیبان کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ
منورہ روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر السلام
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عرض کیا تو قبر شریف سے جواباً ارشاد مرحمت ہوا:
وَعَلَيْكَ السَّلَام.

اور حضرت الشیخ ابو العباس مرسیؒ فرماتے ہیں:

صَافَحْتُ بِكَفِّي هَذَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

(فتاویٰ حدیثیہ لائن حجاز ممبئی ص ۲۵۶)

میں نے اپنے اس ہاتھ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے
ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی نے آیات طہیات، احادیث کریمہ، ساری امت کے اجماع
اور عقل و شعور کے خلاف ایک نئی بات بھی نکالی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ان
قبر میں نہیں بلکہ ان کی ارواح جنت میں ہیں۔ ان قبور میں کچھ بھی نہیں (نعوذ

باللہ من ذالک) اوپر مذکورہ تمام احادیث کا بغیر غائر ایک بار پھر مطالعہ فرمائیے کیا ان میں انہی زمینی قبور کا ذکر ہے یا جنت کا یا کائنات کے کسی اور گوشے میں زمین کے علاوہ مثالی قبور کا۔

قارئین کرام! یاد رکھئے قرآنی آیات مقدسہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قبر مطلقاً مٹی کا ڈھیر یا گڑھا نہیں اور نہ ہی ان میں مدفون، جمادات کی طرح بے حس و حرکت اور بغیر کسی ادراک و شعور کے ہوتے ہیں اہل سنت (احناف، شوافع، حنابلہ، اور مالکیہ) کی تمام کتب عقائد میں درج ہے کہ میت کو بے حس و حرکت اور قبر کو مٹی کا ڈھیر مثل جمادات سمجھنا بعض معتزلہ اور روافض کا مذہب ہے اہل سنت کا نہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

بالجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اند کہ دلالت میکند بر وجود علم موتی رابد نیا و اہل دنیا پس منکر نشود آن را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ (اشعۃ اللمعات ج سوم ص ۴۰۱)

الغرض قرآن و حدیث کا دامن ایسے دلائل سے پر ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو دنیا اور اہل دنیا کا علم ہوتا ہے سو اس بات کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا مگر وہ جو احادیث نے ناواقف اور دین کا منکر ہو۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :

”باجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد ورا الحاد و بدعت

اوشبہ نیست“ (فتاویٰ عزیزیہ فارسی ج ۱ ص ۹۱)

شاہ صاحب کے اسی فارسی فتاویٰ کا ترجمہ مولوی عبدالواجد نولوی نے

کیا ہے اس میں مذکورہ فارسی عبارت کا ترجمہ یوں لکھا ہے :

”حاصل کلام اگر انکار ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس

کے الحاد (بے دینی) ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں“ (فتاویٰ

عزیزی اردو ص ۱۴۳ مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری اپنی تصنیف

فیض الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں :

”والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر“

یعنی ”سماع اموات پر دلالت کرنے والی احادیث حد تواتر کو

پہنچ چکی ہیں“

یاد رہے کہ یہ عام اموات کے بارے میں ہے شہداء، صالحین، انبیاء

کرام بھر سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تو شان ہی زالی ہے۔ ان لوگوں کی تو

صفات در شان ہی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ کبھی بھی نیست و نابود اور مٹی میں

مل کر مٹی اور قبور میں فناء نہ ہوں۔ بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم بانو توی لکھتے

ہیں :

”بالفعل قابل گوش نہادن یہ بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً

سرور انبیاء ﷺ کے خصائص میں غور و تامل کیجئے تو ارباب اذہان متوسطہ کو بھی

بنسبت بقاء حیات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ وہ یقین حاصل ہو جاتا

ہے جو ارباب حدس کو بحر ملاحظہ خصائص و خواص مذکور کے باعث انشراح خاطر

ہوتا ہے۔ (آب حیات ص ۱۴ مطبع قدیمی دہلی)

میں اس وقت قبر اور اس میں ثواب و عذاب کی مزید تفصیل میں نہیں

پڑنا چاہتا اہل خرد کے لئے مذکورہ بالا احادیث ہی کافی ہیں۔ صرف تین انتہائی ایمان

افروز احادیث ذکر کرتا ہوں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی (شفاء السقام)
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت
ضرور ہوگی۔

ما بین منبری وروضتی روضة من ریاض الجنة
(شفاء السقام)

میرے منبر اور روضے کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں
میں سے ایک باغ ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی (شفاء السقام)

جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ نبی برحق ﷺ تو یہ فرمائیں کہ میری قبر کی
زیارت سبب حصول شفاعت ہے۔ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور
جو شخص حج کرے لیکن میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ ظالم ہے۔ اور ستمگر بھی
ایسا جس نے محبوب رب العالمین پر ستم ڈھایا اور یہ صاحب، قبر انور میں ان کی
حیات کا ہی انکار کر کے ان احادیث صحیحہ کے منکر تو خود اور دوسروں کو مشرک و
کافر کہیں۔

قیامت کیوں نہیں آتی الہی ماجرا کیا ہے

ان احادیث کا بغور غائر مطالعہ کیجئے اور پھر غور فرمائیے کہ اگر قبر اعلیٰ
علیین یا جنت کے کسی اور گوشے میں ہوتی تو کیا اہل دنیا کے لئے اس کی زیارت
ممکن تھی؟ پھر حضور ﷺ کے ارشاد ”اس زائر کے لئے میری شفاعت لازم ہو
گئی“ کا کیا مطلب؟ اور حضور پر نورؐ نے واضح طور پر فرمادیا کہ میرے منبر اور

روضے کی درمیانی جگہ جنت ہے۔ کیا منبر نبوی اعلیٰ علیین میں تھا اور حضور اکرم ﷺ وہاں بیٹھ کر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ روضہ بھی وہاں ہی تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی منبر رسول اور روضہ نبوی کی بات ہے جو مسجد نبوی میں واقع ہے۔ میں بڑی دلسوزی سے عرض کروں گا کہ حجاج کرام سے دریافت کیجئے کہ وہ اس مقام پر کھڑے ہو کر کس کیف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اگر قبر انور میں آپ ﷺ موجود نہیں تو پھر یہ کیف و سرور اور انس و غم گساری کیسی؟ ذرا اس ارشاد نبوی کو غور سے پڑھیے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حضور پر نور ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ میں اسی قبر میں ہوں گا۔ درود پڑھنے والے کے لیے استغفار کروں گا کیونکہ اس کے درود بھیجنے سے مجھے خوشی اور راحت محسوس ہوگی (حضورؐ زندہ ہوں گے تو یہ چیزیں ہوں گی)

(۱۰) حدثنا عمر بن حبيب القاضي بن عروة عن ابيه
عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ما من عبد صلي
على صلوة الاعرج بها ملك حتى يجيب بها وجه
الرحمن عز وجل فيقول ربنا تبارك وتعالى اذهبوا بها
الى قبر عبدى يستغفر لصاحبها وتقرب بها عينه (جلاء
الافهام مصنف ابن قيم رحمه الله عليه متوفى ۷۵۱ھ ترجمہ از
مولانا شاہ حسین صدیقی دیوبندی ص ۶۷ مطبوعہ مدینہ یک
ایجنسی بجنور)

حضور عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھے گا کہ
ایک فرشتہ اس کو لے جا کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پیش

نہ کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ یہ (خفہ) میرے
بندے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی قبر پر لے جاؤ تاکہ وہ پڑھنے
والے کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کی آنکھیں
ٹھنڈی ہوں۔

اسی حدیث کو امام سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۱۸ پر ذکر کیا نیز فرمایا کہ
یہ حدیث دیلمیؒ نے اپنی مسند الفردوس میں بھی ذکر کی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ دوبارہ
مطالعہ فرمائیں۔ ہمارا مدعا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۱۱) امام جلال الدین سیوطیؒ حیات انبیاء کے ثبوت میں اپنی تصنیف
انباء الاذکیاء ص ۵۵ پر مسند امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، سنن امام ابی داؤد متوفی
۲۵۷ھ اور شعب الایمان امام شہقی متوفی ۳۵۸ھ کے حوالے سے حضرت
ابو ہریرہؓ سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں :

ما من لہ احد یسلم علی الاراد اللہ علی روحی حتی

طبرانی اور ابن ہسکوال نے اسی حدیث کو اپنی کتاب میں مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ امام شہقی و
طبرانی اس کی سند کو حسن فرماتے ہیں۔ امام نووی نے الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے ابن حجر نے اس
کے تمام رواۃ کو ثقہ فرمایا ہے۔ امام سبکی شفاء السقام میں رقم طراز ہیں اعتمد جماعة
من الانمة علی هذا الحدیث الخ یعنی حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنا مستحب ہے اور
ان کا یہ اعتماد صحیح ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے ائمہ کی ایک جماعت نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ابن
قیم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی اس حدیث شریف کے ضمن
میں ارشاد فرماتے ہیں :

”وقد قال بعض الحفاظ لولم تكتب الحديث عن ستين وجها ما

عقلناه (الحادی ج ۲ ص ۱۵۵)

یعنی ”بعض حفاظ نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ۶۰ طرق سے مروی نہ ہوتی تو اسے ہم
معقول نہ سمجھتے۔“ اقوال جو حدیث ۶۰ طرق سے مروی ہو اس میں ضعف کا ادنیٰ ترین شبہ بھی نہیں
رہتا بلکہ حد تواتر کو متصل ہو جاتی ہے۔

ارد علیہ السلام“

یعنی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ میری روح کو (عالم مشاہدہ واستغراق سے واپس) میری طرف لوٹاتا یعنی متوجہ کرتا ہے۔ تاکہ میں اس سلام کرنے والے کو جواباً سلام کہوں۔ اسی حدیث کی تفصیل میں امام سیوطیؒ، شیخ تاج الدین ابن الفاسانی کا قول نقل فرماتے ہیں :

روينا في الترمذي^١ قال قال رسول الله ﷺ ما من احد يسلم على الارد الله على روحى حتى ارد عليه السلام. يوخذ من هذا الحديث ان النبى ﷺ حتى على الدوام و ذلك انه محال عادة ان يخلو وجود كل زمان من واحد مسلم على النبى ﷺ ليلا و نهارا.

فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں کیونکہ اس دنیا میں شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی شخص حضور ﷺ پر درود پڑھنے والا نہ ہو۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رد روح (حضور اکرم ﷺ کی روح آپ کی طرف لوٹائی جاتی ہے) کی تشریح میں علامہ سیوطی رقم طراز ہیں :

وهو ان يكون الروح كناية عن السمع و يكون المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع سلام المسلم وان بعد قطره ويرد عليه

١ حدیث ترمذی میں نہیں سنن ابی داؤد میں ہے کما قال السیوطی۔ شاید امام تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب کو سہو ہو گیا تھا (خالد)

من غير احتياج الى واسطة مبلغ وهذا قد ينفك
 في بعض الاوقات و يعود لا مانع منه وحالته عليه السلام في
 البرزخ كحالته في الدنيا سواء ويخرج من هذا
 جواب آخر و هو ان المراد برد الروح التفرغ من
 الشغل و فراغ البال مما هو بصدد في البرزخ من
 النظر في اعمال امته والا ستغفلهم من السيئات
 والدعاء بكشف البلاء عنهم من السيئات والدعاء
 بكشف البلاء عنهم والتردد في اقطار الارض لحلول
 البركة فيها و حضور جنازة من مات من صالحى امته
 فان هذه الامور من جملة اشغاله في البرزخ كما
 وردت بذالك الاحاديث والاثار فلما كان السلام
 عليه من افضل الاعمال واجل القربات اختص
 المسلم عليه بان يفرغ له من اشغاله المهمة لحظة
 يرد عليه فيها تشريفا و مجازاة (انباء الاذكياء ص ٦٣)
 حضور اكرم عليه السلام کے فرمان والا شان (جب بھی مجھ پر کوئی
 سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا
 ہے) کا مطلب یہ بھی ہے کہ روح کا لفظ یہاں بطور کنایہ سمع
 (سننا) کے لئے مستعمل ہے جب بھی کوئی سلام پیش کرنے
 والا سلام عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور پر نور کو بطور معجزہ
 عام حالات سے کہیں زیادہ قوی سماعت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ
 آپ سلام کرنے والے کا سلام بذات خود سنتے ہیں اگرچہ وہ

روئے زمین کے دور افتادہ قطر کا باشندہ ہو۔ اور اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ درمیان میں کسی مبلغ (سلام و پیام پہنچانے والے) کی ضرورت نہیں رہتی ویسے عمومی قوت سماعت تو حضور انور ﷺ کو ہر آن حاصل ہے۔ اور آپ اسی طرح سنتے ہیں۔ لیکن بطور معجزہ یہ خارق عادت قوت سماعت کبھی آپ سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ اور پھر آپ کی طرف لوٹتی ہے (اور روح کے لوٹائے جانے سے یہی مراد ہے) اور اس زبردست قوت سماعت کے حصول و رد میں کوئی مانع نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی حالت بعد از موت بالکل بعینہ دنیاوی حالت کی طرح ہے۔ اور اس دنیاوی زندگی میں بھی آپ آسمانوں اور عرش بریں کی آوازیں سن لیا کرتے تھے۔ نیز درروح کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور انور ﷺ ان امور سے جن میں آپ عالم برزخ میں مشغول ہیں سلام پیش کرنے والے کی خاطر فراغت اور یکسوئی حاصل کرتے ہیں۔ امت کی لغزشوں اور خطاؤں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اپنی امت سے عذاب اور آفات و بلیات دور رہنے اور کرنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ لوگوں کو اپنی برکات سے فائدہ پہنچانے کے لئے زمین کے مختلف اطراف و اقطار میں گردش فرماتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے یہ تمام برزخی اعمال مبارکہ احادیث شریفہ اور اسلاف کرام کے اقوال کریمہ سے ثابت ہیں۔ چونکہ حضور پر نور شافع یوم

النشور کی بارگاہ بے کس پتہ میں سلام عرض کرنا تمام اعمال سے افضل اور جملہ عبادات سے بزرگ و برتر ہے۔ لہذا عظمت و شوکت سے معمور ایسی عبادت عینی بارگاہ نبوی میں سلام عرض کرنے والوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی کہ حضور انور بذات خود دیگر مہمات و اشتغال سے تھوڑے وقت کے لئے توجہ پھیر کر اسے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں اور اس طرح اس شخص کو حضور کی طرف سے سلام کا شرف حاصل ہو جائے اور اپنی سلام کا نہایت ہی حسین اور افضل و اعلیٰ جواب مل جائے۔

(۱۲) امام مسلم اپنی صحیح میں امام احمد بن حنبل کی سند سے حضرت ابن

عباسؓ کا فرمان نقل کرتے ہیں :

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ مر بوادی الارزق فقال ای واد هذا فقالوا هذا وادی الارزق قال کانی انظر الی موسی هابطا من الثنية وله جزآر الی الله بالتلبیة ثم اتی علی ثنية هرشی فقال ای ثنية هذه قالوا ثنية هرشی فقال کانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة علیہ جبة من صوف خطام ناقتہ خلبة وهویلی قال ابن حنبل فی حدیثہ قال هشیم یعنی لیفا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ وادی ارزق سے گزر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ کانوں میں انگلیاں

رکھے ثنیہ سے اتر رہے ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللہم لبیک) پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ ثنیہ ہر شی تک پہنچے تو فرمایا میں یونس بن متی (علیہ السلام) کو اونی جبہ پہنے ہوئے سرخ اور مضبوط اونٹنی پر سوار آتے دیکھ رہا ہوں۔ ان کی اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

(۱۳) امام مسلم۔ امام مالک کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد روایت کرتے ہیں :

ارانی لیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلا آدم کا حسن
مانت رأی من الرجال من آدم الرجال له لمة
کا حسن ما انت رأی من اللہم قد رجلها فہی
تقطر ماء متکنا علی رجلین او علی عواتق رجلین
یطوف بالبت فسألت من هذا فقیل المسیح بن مریم
۔ انتہی بقدر الکفاۃ (مسلم ص ۹۵)

یعنی حضور فرماتے میں نے آج رات خانہ کعبہ کے پاس ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو اس قدر خوبصورت تھا جتنا تم کوئی گندمی رنگ والا دیکھ سکتے ہو اور جنگلی زلفیں ان آنکھوں دیکھی زلفوں سے کہیں خوبصورت تھیں اور انہوں نے ان زلفوں کو کنگھی کی ہوئی تھی، دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے تھے میں نے پوچھا کون ہیں؟ تو مجھے بتایا عیسیٰ بن مریم ہیں۔

(۱۴) مسلم شریف کے اسی صفحہ پر حضرت جابرؓ سے حضور اکرم ﷺ

کا یہ ارشاد مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام مجھے دکھائے گئے حضرت موسیٰ قبیلہ شنورہ کے آدمیوں کی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی شکل کے مشابہ عروہ بن مسعود ہیں اور حضرت ابراہیم کا حلیہ مجھ سے مشابہ تھا۔ جبریل کو وحیہ بن خلیفہ کی

صورت و شبہ کے مطابق دیکھا۔

یہ تینوں واقعات عالم بیداری کے ہیں جس طرح کہ احادیث کے الفاظ (کہ حضور اکرم وادی سے گذر رہے تھے وغیرہ) سے ہویدا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کو عالم خواب پر ہی معمول کرنے پر بضد ہو تو پھر بھی ہمارا موقف حیات انبیاء و تصرف در جہان ثابت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

رؤیاء الانبیاء وحی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵)

انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بالکل سچے اور مبنی بروحی ہوتے ہیں۔
ناظرین کرام! ان چند احادیث مسطورہ میں بار بار غور فرمائیے۔ ان احادیث کا ایک ایک جملہ بابتگدھل اعلان کر رہا ہے کہ :

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور پر نور میں حیات حقیقی جسمانی تشریف فرما ہیں۔

(۲) اپنی قبور میں قیام فرماتے ہوئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ باذن اللہ تعالیٰ حج کرتے ہیں نیز عالم بالا و زیریں میں مختلف تصرفات کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد شریفہ کو کوئی گزند پہنچائے۔

(۴) ایک جلیل القدر اور عظیم الشان فرشتہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی قبر انور پر موجود ہے۔ جو تمام روئے زمین پر موجود درود و سلام پڑھنے والوں کے درود و سلام کو حضور پر نور کی بارگاہ پیکس پناہ میں ان کے تفصیلی تعارف کے ساتھ عرض کرتا ہے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں امتیوں کا صلوة و سلام جس کیفیت میں بھی ہو پیش کیا جاتا ہے اور سرکار اقدس خود سماع فرماتے ہیں جو بآسلام کا

تحفہ مرحمت فرماتے ہیں۔

(۶) ہمارا درود حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب ہمارے تفصیلی تعارف

کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اسے ایک روشن اور نفیس کتابچہ میں تحریر فرماتے ہیں اور ہمارے درود پیش کئے جانے کی کیفیت بالکل یوں ہوتی ہے۔ جیسے ہم دنیا میں ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیتے ہیں۔ دینے والا عقیدت و مسرت کا اظہار کرتا ہے اور قبول کرنے والا بھی فرحت و انبساط اور کرم گستریوں سے خوب خوب نوازتا ہے۔

(۷) شب معراج حضور اکرم ﷺ نے سرخ ٹیابہ کے قریب حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی قبر سے گزر فرمایا تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۸) تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بیت المقدس میں حضور اکرم ﷺ کی

اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

(۹) حضرات آدم، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، اور یسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام

نے آسمانوں پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہلا و سہلا و مرحبا کہا۔

(۱۰) حریم نماز میں محبوب رب العلمین ﷺ کو بارگاہ ربوبیت سے امت کے

لئے پچاس فرض نمازوں کا تحفہ ملا۔ واپسی پر حضرت موسیٰ نے دریافت

کیا کہ حبیب کو حبیب سے کیا تحفہ ملا جو باری حضور پر نور ﷺ نے فرمایا

پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً حضور ﷺ سے

عرض کیا اپنے رب کے پاس واپس جائے اور نمازوں میں تخفیف

کرائے۔ آپ کی امت میں یہ طاقت نہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ دوبارہ

مقام قاب قوسین اودنی پر تشریف لے گئے۔ پانچ نمازوں کی

تخفیف ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر یہی کہا۔ المختصر

نومرتبہ یہی معاملہ ہوا۔

(۱۱) اس سفر میں فخر موجودات ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو کھڑے ہوئے نماز ادا فرماتے ملاحظہ فرمایا۔

(۱۲) بہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حضور پر نور ﷺ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر یا محمد (ﷺ) پکاریں گے تو حضور انہیں جواب مرحمت فرمائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام براہ راست نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہدایات اور احکام شریعت مصطفویٰ لیں گے۔

(۱۳) جب مسجد نبوی میں کوئی اذان و اقامت والا نہ تھا تو رسول کریم ﷺ کی قبر انور سے اذان و اقامت کی آواز حضرت سعید بن مسیبؓ نے تین دن تک سنی۔

(۱۴) اور ان سب دلائل سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ تمام احوال و کیفیات اسی قبر کے ہیں۔ کائنات کے کسی اور گوشہ میں مثالی قبر کا عقیدہ ان آیات و احادیث کا انکار اور جملہ امت مسلمہ سے اعتزال ہے۔

ناظرین کرام! دوبارہ عرض ہے کہ یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی لحاظ سے کوئی بھی سقم اور ضعف نہیں۔ بلکہ یہ تو بمطابق فرمان امام قرطبی متوفی ۴۷۱ھ، امام بیہقی متوفی ۵۵۸ھ، امام بیہقی متوفی ۶۴۷ھ، امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اور بقول ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اور ابن قیم ۷۵۱ھ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نظم المتناثر من الحديث المتواتر میں ہے۔

ان من جملة ماتواتر عن النبی ﷺ حياة الانبياء في قبورهم
یعنی وہ تمام احکام جو حضور اکرم ﷺ سے بتقل متواتر ثابت ہیں۔ ان میں سے قبور پر نور میں حیات انبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

گزشتہ صفحات پر مرقوم آیات کے تفسیری اقوال اور احادیث طیبہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ انکا عقیدہ ان روایات متداولہ مشہورہ کے مطابق ہی ہوگا کیونکہ ان حضرات قدسی صفات کے بارے میں قول و عمل کے تضاد کا نظریہ رکھنا بھی ارشاد نبوی کی صریحاً خلاف ورزی ہے لیکن تنبیہا بطور خاص کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس مستقل عنوان سے قارئین کرام پر نہایت درجہ واضح ہو جائے گا کہ ڈاکٹر عثمانی کا قول ”اجماع صحابہ“ کتنا صحیح اور کہاں تک جہنی برصداقت ہے۔ ڈاکٹر مذکور کے دیگر دلائل کے بارے میں بحث تو آئندہ صفحات میں ہوگی جہاں ہم بفضل ایزد تعالیٰ واضح کریں گے کہ ان آیات و احادیث کے مفہوم کو کس طرح توڑ مروڑ کر حضرت عثمانی نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے قول ”وفات ختم الرسل پر اجماع صحابہ“ کے تار و پود ہمیں بکھیر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے کتابچہ وفات النبی ﷺ کے ص ۴ پر لکھا ہے :

”قرآن و حدیث کے ان دلائل (جن کا عثمانی صاحب کے

مدعا سے تفاوت ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ واضح کریں گے) پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفات نبوی پر اجماع ہو چکا ہے۔^۱ لیکن اب کہا جاتا ہے کہ حیات اور سماء کے بارے میں صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا۔ اور ابن عمر حضرت عائشہ سے اختلاف رکھتے تھے۔

ناظرین کرام! خدا کے لئے کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما اجمعین کے اصل اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں حضور اکرم ﷺ کی ذات شریف کا تذکرہ تک نہیں بلکہ عام اموات کی بات ہے۔ اور اس میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ذکر فرما رہے ہیں کہ :

ان الميت يعذب في قبره بكماء اهلہ علیہ (بخاری)
یعنی ”میت کو اس کی قبر میں اس کے اہل و عیال کے اس پر
رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔“

جبکہ مقابلے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ صرف اتنا بتا رہی ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے :

انما قال رسول اللہ ﷺ انه يعذب بخطيئته و ذنبه
وان اهلہ ليسكون علیہ الآن.

یعنی قبر میں میت کو تو اس کے گناہوں اور غلطیوں کے باعث عذاب ہو رہا ہے اور یہ گھر والے اب بیٹھے اس پر رو رہے ہیں۔ سماء و حیات اموات کے بارے میں چند سطور کے بعد ہم سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا نظریہ ذکر کریں گے۔ لیکن

ان ذرا اس جملہ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

اس کا کیا ہو کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد بھی ڈاکٹر صاحب کے نظریہ دربارہ قبر و عذاب قبر کی دھجیاں بکھیر رہا ہے لہ ارشاد نبوی برحق ہے الحق یعلو ولا یعلیٰ کہ حق کی یہ صفت ہے کہ وہ مغلوب نہیں ہوتا غالب آکر ہی رہتا ہے۔ خیر ڈاکٹر صاحب آگے لکھتے ہیں :

”آخر ابن عمر کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہؓ سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفات نبوی ﷺ کے موقع پر ان کے والد عمر بن خطاب اور عائشہؓ کے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے درمیان حیات نبوی ﷺ کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا“

ناظرین کرام! حقائق سے چشم پوشی بلکہ ان کا صریح ابطال ملاحظہ ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے درمیان حیات نبوی بعد از ممات کے بارے میں اختلاف تھا ہی نہیں بلکہ حضرت عمرؓ اس بات پر مصر تھے کہ حضور پر موت طاری ہی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ آپ ﷺ پر نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے ان کے سامنے یہ واضح کیا کہ حضور پر موت کا طاری ہونا آپ کی نبوت اور عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

۱۔ کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اس قبر کی بات کر رہی ہیں جس میں میت کو تھوڑا پہلے دفن کیا گیا ہے اور اسی قبر میں میت کے احساس عذاب کو بیان فرما رہی ہیں اور احساس بغیر حیات کے نہیں ہوتا۔

۲۔ صحابہ کرام علیہم السلام ان کے اساء گرائی کے تذکرے کا انداز ملاحظہ ہو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر اس دنیا میں بقاء و دوام کسی کو حاصل نہیں۔ اس موقع پر ایک دفعہ موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ حیات حاصل ہونے یا نہ ہونے کا ذکر تک بھی نہیں پتہ نہیں ڈاکٹر عثمانی نے اس واقعہ سے عدم حیات و سماع کا اجماع کیسے نکال مارا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
مزید آگے لکھتے ہیں :

”اور سب نے مان لیا تھا اب وہ اس دنیا میں قیامت سے پہلے
زندہ نہ ہوں گے“

ناظرین کرام! جھوٹ کی بھی کوئی انتہاء ہوتی ہے میرا ڈاکٹر عثمانی کو چیلنج ہے کہ وہ سند صحیح کے ساتھ نہ سہی، سند ضعیف کے ساتھ ہی کسی صحابی کا یہ قول دکھادیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت سے پہلے زندہ نہ ہوں گے۔ میں اس موقع پر بڑے خلوص کے ساتھ آپ سے گزارش کروں گا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کردہ تمام احادیث اور خصوصاً حدیث نمبر ۱۱ کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں آپ پر آفتاب نصف النہار کی مانند واضح ہو جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ بہ نفس نفیس فرما رہے ہیں کہ میں قیامت سے پہلے بھی اپنی قبر میں زندہ ہوں گا۔ اس موقع پر بخاری و مسلم کی ایک متفق حدیث سے ہمارے نظریے اور دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

جسے امام شہقی نے اپنی تصنیف حیاۃ الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ذکر کیا ہے :

لا تفضلوا بین انبیاء اللہ تعالیٰ فانہ ینفخ فی الصور

ليصعق من في السموات ومن في الارض الا من يشاء
ثم نفخ فيه اخرى فاكون اول من بعث فاذا موسى
آخذ بالعرش فلا ادرى احوسب بصعقة يوم الطور ام
بعث قبلى.

تم انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ جب صور
پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق پر صعقہ
طاری ہو جائے گا سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ اس سے
محفوظ رکھنا چاہے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور سب
سے پہلے اس کیفیت سے مجھے آفاقہ ہو گا تو اس وقت موسیٰ
علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے نہ معلوم کہ ان
پر غشی طاری ہی نہ ہو گی (کیونکہ کوہ طور کے دن ان پر غشی
طاری ہو چکی ہے) یا مجھ سے پہلے وہ اس کیفیت سے نکل
چکے ہوں گے۔

ناظرین کرام! اس حدیث میں بعد از وفات انبیاء کرام کی حیات پر دو
حفاظ سے صریح دلالت موجود ہے :

(۱) صعق کے دو معانی ہیں :

ا: بے ہوشی و غشی۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے : وخر موسیٰ صعقا
ب : موت۔ اور یہ معنی صرف ان کے بارے میں صحیح ہو سکتا ہے جن پر
اس وقت موت نہ آئی ہو کیونکہ موت دوبار نہیں آئے گی لہذا اموات کے حق میں
اس کا معنی بے ہوشی ہو گا۔

اب یہ دونوں معنی صرف اس شخص کے حق میں صحیح ہو سکتے ہیں جو اس

وقت تک زندہ ہو۔ کیونکہ اگر زندگی ہی نہ ہو تو پھر بے ہوشی یا موت کا طاری ہونا چہ معنی؟ اور یہ بات بھی حضور پر نور نے فرمادی کہ یہ صمق تمام مخلوق پر طاری ہو گا الا ماشاء اللہ خواہ وہ مخلوق من فی السموت (آسمان کی بے پناہ پہنائیوں اور بے کراں وسعتوں کی مخلوق) ہو یا من فی الارض (زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں مدفون) ہو۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صمق (غشی) طاری ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ان کو صور پھونکے جانے سے قبل (قیامت سے پہلے) زندہ ماننا پڑے گا اگر ان پر غشی آئے گی تو یہ حیات کو مستلزم ہے اور اگر نہیں آئے گی تو پھر بھی زندہ ماننا پڑے گا کیونکہ حضور ﷺ نے ان کی اس وقت یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ وہو آخذ بالعرش (عرش بریں کو تھامے ہوں گے)۔

ہمارے اس دعوے پر دلالت کرنے والا ایک اور ارشاد نبوی پڑھنے کی سعادت حاصل کیجئے :

اذا انتم غسستمونی و کفتمونی فضعونی علی
سریری هذا علی شفیق قبری ثم اخرجوا عنی ساعة
فان اول من یصلی علی حبیبی و خلیلی جبریل ثم
میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنوده من
الملئکة باجمعهم ثم ادخلوا علی فوجاً فوجاً فصلوا
علی وسلموا تسلیماً ولا تؤذونی بتزکیة ولا برونۃ۔

(کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۴)

جب تم مجھے غسل و کفن دے لو تو مجھے اس چارپائی پر قبر کے کنارے رکھ دینا اور خود تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جانا ہے

شک سب سے پہلے مجھ پر درود پڑھے گا میرا حبیب و خلیل
جبرائیل، پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اور اس کے
ساتھ فرشتوں کا جم غفیر ہو گا۔ اس کے بعد تم لوگ گروہ در
گروہ اندر داخل ہو کر مجھ پر درود پڑھنا اور خوب سلام عرض
کرنا اور مجھے حد سے بڑھا کر یار و پیٹ کر اذیت نہ پہنچانا۔

حضور پر نور ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں کس قدر صراحت موجود
ہے کہ آپ پر موت طاری تو ہوگی لیکن اس کا مطلب فناء یا عدم سماع و شعور
و حیات قطعاً نہیں کیونکہ آپ کو فوراً ہی دوبارہ زندگی عطا فرمادی جائے گی۔ وگرنہ
آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ تم گروہ در گروہ اندر آکر مجھے سلام پیش کرنا اور نہ ہی یہ
فرماتے کہ چیخ چلا کر مجھے اذیت نہ دینا۔ کیونکہ سلام کہنے کا فائدہ اور اس کا سننا نیز
اذیت کا پہنچنا اس کے حق میں متصور ہو سکتا ہے جس میں زندگی ہو اس کے
حواس کام کرتے ہوں نہ کہ اس کے حق میں جس کے اندر جان کی رمت تک
باقی نہ رہی ہو۔

یہ تو تھا عثمانی صاحب کے قول ”اجماع صحابہ“ کا پوسٹ مارٹم۔ اب
آئیے روایات صحیحہ کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل
اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیے :

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کا عقیدہ قال امام الحرمین
رحمہ اللہ ان ما خلفہ

بقی علی ما کان فی حیاتہ فکان ینفق ابوبکرؓ علی
اہلہ و خدمہ و کان یری انہ باق علی ملک رسول
اللہ ﷺ فان الانبیاء احياء (حیۃ الانبیاء نقل الدین بکلی ص ۴۰)

امام حرین نے فرمایا کہ حضور ﷺ جو کچھ چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے وہ سارا مال آپ کی ظاہری حیات والی حالت پر ہی باقی رہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے اس ترکہ میں سے آپ کے اہل و عیال اور خدام پر خرچ کرتے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ رائے تھی کہ یہ مال حضور اکرم ﷺ کی ملکیت میں موجود ہے۔ کیونکہ بلاشبہ انبیاء زندہ ہیں۔ ا۔

اس دنیا میں زندگی بھر آپ کا یہی معمول رہا اور یہاں سے انتقال اور وصال کے وقت بھی آپ کا یہی نظریہ اور رائے تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی شریعہ آفاق تفسیر کبیر میں زیر آیت :

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا (الکف۔ ۹)
حضرت ابو بکرؓ کی وصیت ذکر کی ہے۔

ل شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربنا القوی رقم طراز ہیں : و بعضے از محققین علماء گفتہ اند کہ بنیاد و مدار عدم میراث از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیات ایشان است خصوصا سید الرسل علیہ من الصلوٰۃ افضلها ومن التحیات اکملها و میراث اموات را میباشد نہ آحیاء و ا۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۷۷۷) یعنی بعض محققین کا فرمان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عدم میراث کا باعث ان حضرات خصوصاً سید الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا باحیات ہونا ہے کہ میراث اموات کا ہوتا ہے احیاء (زندوں) کا نہیں۔ امام الحرمین اور صاحب تلخیص کا بھی یہی قول ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں :
اس کی ازدواج سے جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں اسی وصیت کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے :

عن عائشة قالت لما مرض ابی اوصی ان یوتی بہ الی قبر النبی ﷺ ویستاذن لہ ویقال ہذا ابوبکر یدفن عندک یا رسول اللہ فان اذن لکم فادفنونی وان لم یؤذن لکم فاذهبوا بی الی البقیع فاتی بہ الی الباب فقیل ہذا ابوبکر قد اشتہی ان یدفن عند رسول اللہ ﷺ وقد اوصانا فان اذن لنا دخلنا وان لم یؤذن لنا انصرفنا فنودینا ان ادخلوا کرامة وسمعنا کلاماً ولم نرا احداً (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد کریم ابوبکر صدیقؓ جب بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضہ شریفہ پر لے جانا میرے لئے نبی پاک ﷺ سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں کیا آپ کے قرب میں انہیں دفن کر دیا جائے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور ﷺ کے جوار میں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں لے جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کو در رسول ﷺ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے یار غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قرب میں دفن کیا جائے انہوں نے ہمیں

وصیت کی تھی سواگر ہمیں اجازت مرحمت ہو تو ہم روضہ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمیں ندا کی گئی ”انہیں عزت و کرامت کے ساتھ داخل کر دو“۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے یہ کلام تو سنا مگر بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک رسول کریم ربوف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جیسی تو وصیت فرمائی۔ اجازت ملنا، ندا کرنا اور کلام کرنا حیات طیبہ کی بین دلیل ہے۔

اخرج ابن عساكر عن علي بن ابي طالب
دوسری روایت قال لما حضرت ابوبكر الوفاة اقعدي عند راسه وقال يا علي اذا انامت فاغسلني بالكف الذي غسلت به رسول الله ﷺ واذهبوا بي الى البيت الذي فيه رسول الله ﷺ فاستاذنوا فان رايت الباب قدفتح فادخلوني والافردوني الى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده قال ففعل وكفن وكنت اول من يادري الى الباب فقلت يا رسول الله! هذا ابوبكر يستاذن فرايت الباب قدفتح فسمعت قائلا يقول ادخلوا الحبيب الى حبيبه فان الحبيب الى الحبيب مشتاق .

(الخصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۸۲)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بوقت وفات مجھے اپنے سر انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ کو غسل دیا اور مجھے رسول کریم ﷺ کے دربار گہر بار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا۔ ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمادے۔ حیدر کرارؒ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن دیا گیا۔ تو میں سب سے پہلے جلدی سے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ ابو بکر حاضر دربار ہیں روضہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت کے طلب گار ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا ”دوست کو اس کے دوست کے ہاں داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ ہماری عرضداشتوں کو سنتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جواب سے نوازتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو صاف فرمادیتے کہ کہیں دفن کر دینا یہاں تو مٹی میں ہی ملنا ہے ملاقات قیامت کے بعد ہی ہوگی لیکن آپ کا بطور خاص وصیت فرمانا اس بات کا غماز

ہے کہ آپ کے نزدیک قبر رسول ﷺ ایک نہایت متبرک، مقدس مقام ہے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ جوار حاصل کرنا کائنات کی نہایت عظیم سعادت اور منافع و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے اور اسی لئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ حجرہ شریفہ کے اندر بقیہ جگہ میری اپنی قبر ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وقت وصال صرف انہی انوارات تجلیات اور ہمسائیگی کی نوازشات سے ہر وقت متمتع رہنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ میری دلی تمنا ہے (ان ادفن مع صاحبی بخاری ج ۱ ص ۱۸۶) کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔

ناظرین! غور کا مقام ہے کہ اگر نعوذ باللہ حضور پر نور ﷺ قبر شریف میں نہ ہوتے بلکہ جنت میں اعلیٰ علیین پر ہوتے اور قبر شریف کی کوئی خصوصیت اور عظمت نہ ہوتی یا آپ قبر میں مردہ اور مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے ہوتے (اعاذنا اللہ) تو حضرت عمرؓ کی یہ تمنا کیوں تھی اور ان کا یہ عقیدہ کیوں تھا؟

ماکان شیء اہم الی من ذلك المضجع (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶) کہ حضور پر نور ﷺ کے جوار میں تدفین کی سعادت سے زیادہ اور کوئی چیز میرے لئے اہم نہیں نیز حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ خواہش کیوں تھی؟ صرف اور صرف اس لئے تھی کہ آپ کے عقیدہ میں اموات کی ارواح بعد از موت ان کے اجساد میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ اور وہ قبر میں زندہ ہوتے ہیں اور جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا تھا کہ میں نے یہ جگہ اپنی تدفین کے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن میں حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔

ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے جہاں ہر طرف سکھ چین راحت اور اللہ کریم کے انعامات کی بارش ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ اسی عقیدہ کی بناء پر تو
سیدہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کا یہ عمل تھا کہ گھر میں اپنی چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور بے تکلفانہ رہتیں اور اسی طرح حجرہ مقدسہ میں بھی داخل ہوتیں اور دل میں یہ خیال فرماتیں کہ یہاں کوئی غیر محرم تھوڑی ہے۔

انما هو ابی وزوجی

یہاں میرے والد ماجد اور خاوند گرامی ہی تو ہیں۔ لیکن :

فلما دفن عمرٌو فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی

ثیابی حیاء من عمرٌو (مسند امام احمد۔ متدرک حاکم۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

یعنی قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد میں ان سے حیا کی وجہ سے کبھی بھی اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح لپیٹے بغیر داخل نہیں ہوئی۔ (کیونکہ وہ غیر محرم تھے)

اگر انہی قبور پر نور میں مدفون حضرات کے بارے میں ان کے یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔ ہم جب ان کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں پہنچانتے ہیں، دیکھتے ہیں، شعور رکھتے ہیں۔ تو یہ فرق اور اہتمام نہ فرماتیں اور اسی وجہ سے تو آپ ہر اس آدمی کو منع کر دیتیں جو حجرہ مقدسہ کے پڑوس میں اپنی دیوار وغیرہ میں کوئی کیل ٹھونکتا کہ :

لَا تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِی قَبْرِہ (مواہب اللدنیہ ج ۵ ص

۲۲۷، ج ۸ ص ۳۰۵)

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے مزار میں اذیت نہ دو۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں فرماتے ہیں :

عن داؤد بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلاً واضعاً وجهه علی القبر فقال اتدری مات صنع فاقبل علیہ فاذا هو ابو ایوب فقال نعم جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہله ولكن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اہله .

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۲۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یعنی داؤد بن صالح بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان بن حکم (جوان دنوں گورنر مدینہ تھا) قبر شریف پر حاضری دینے کی غرض سے آیا تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا ہوا ہے۔ مروان فوراً بولا ”تمہیں معلوم ہے کہ کیا کر رہے ہو“۔ ان صاحب نے سر اٹھایا تو یہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے چنانچہ آپ نے جواباً فرمایا ہاں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں (ناظرین الفاظ پر غور فرمائیے یہ نہیں فرمایا کہ قبر رسول ﷺ پر حاضر ہوا ہوں) کسی پتھر کے پاس نہیں آیا (کہ کوئی فائدہ نہ ہو) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ جب دین کے امور اہلیت و صلاحیت کے مالک آدمیوں کے پاس ہوں تو دین پر مت روؤ۔ لیکن اگر دینی امور میں غیر صالح اور نااہل لوگ مداخلت شروع کر دیں تو تب دین پر روؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا عقیدہ یہ ہے کہ :

(۱) حضور اکرم ﷺ حیات ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

(۲) حضور انور ﷺ اپنی اسی قبر میں موجود ہیں ورنہ حاضر اور پھر یوسہ دینا چہ معنی دارد؟ اور یہاں سے صالحین کی قبور کو یوسہ دینا بھی ثابت ہو گیا۔

(۳) حضرت ابو ایوبؓ کے نزدیک آقائے کائنات علیہ التحیات کی قبر شریف بے فائدہ پتھروں کا ڈھیر نہیں۔ نیز یہ کہ جب ڈاکٹر عثمانی جیسے نااہل اور بے لکام لوگ دینی امور اور معتقدات اجماعیہ میں دخل اندازی کر کے اپنی ذاتی نفسانی خواہشات کو گھسیڑنا شروع کر دیں تو اہل دین کو فکر کرنی چاہیے۔

امت مسلمہ کا اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ خیر کے بعد سے آج تک امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر ایک آن کے لئے موت ضرور آئی ہے اور پھر ان کی ارواح مبارکہ حسب سابق ان کے اجساد مطہروں کی طرف لوٹادی اور ان کی اس حیات میں انقطاع نہیں۔ چنانچہ امام سخاویؒ متوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں :

يُؤْخَذُ مِنْ هَذِهِ الْاَحَادِيثِ اَنَّهُ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ . وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّهُ ﷺ حَيٌّ يَرْزُقُ فِي قَبْرِهِ وَاِنْ جَسَدُهُ الشَّرِيفُ لَا تَأْكُلُهُ الْاَرْضُ وَالْاَجْمَاعُ عَلَى هَذَا (القول البدیع ص ۱۶۸)

ان احادیث سے ماخوذ ہوا کہ جان کائنات ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں..... اور ہمارا ایمان ہے اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ کہ آپ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اس پر اجماع امت ہے۔

حضرت الامام شیخ السنۃ ابو بکر احمد بن حسین الشیبہ قسری متوفی ۴۵۸ھ کا اعتقاد

آپ اپنی تصنیف ”الاعتقاد“ میں فرماتے ہیں :
 ”الانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۹)
 یعنی انبیاء کی ارواح بعد از قبض ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں جس طرح کہ شہداء۔

اپنی تصنیف ”حیۃ الانبیاء“ میں رقم طراز ہیں :
 ولحياة الانبياء بعد موتهم صلوات الله عليهم شواهد من الاحاديث الصحيحة۔
 یعنی موت آجانے کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے کئی شواہد احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

حضرت الشیخ عقیف الدین الیافعی معوفی ۶۸۷ھ کا ارشاد
 الاولیاء ترد علیہم احوال يشاهدون فيها ملکوت

السموت والارض وينظرون الانبياء احياء غير اموات كما نظر النبي ﷺ الى موسى عليه الصلوة والسلام في قبره قال وقد تقرر ان ماجاز لانبياء معجزة جازللاولياء كرامة بشرط عدم التحدى قال ولا ينكر ذلك الا جاهل و نصوص العلماء في حياة الانبياء كثيرة . (الحاوي للفتاوى ج ۲ ص ۱۵۰)

اولياء كرام پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ ملکوت ارض و سما کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء عظام علیہم السلام کو زندہ دیکھتے ہیں نہ کہ مردہ جس طرح کہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ وہ تمام جو انبیاء سے بطور معجزہ صادر ہوتا ہے اس تمام کا اولیاء سے صدور بطور کرامت جائز ہے۔ اس کا انکار صرف جاہل مطلق ہی کرے گا۔ اور حیات انبیاء کے باب میں علماء کے نصوص بہت ہیں۔

الامام العلامة ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی المتوفی
۶۰۶ھ رحمہ تعالیٰ کا عقیدہ

حضرت الامام نے اپنی شہرہ آفاق اور اپنی مثال آپ تفسیر ”مفتاح الغیب“ مشہور بہ ”تفسیر کبیر“ کے ج ۲۱ ص ۴۱ پر فرماتے ہیں :

ان قوله تعالى ”النار يعرضون عليها غدوا وعشيا وقوله ”اغرقوا فادخلوا ناراً“ يدل على ان الانسان

يحيى بعد الموت و كذلك قوله عليه السلام انبياء
الله لا يموتون ولكن يتقلون من دار الى دار
وكذلك قوله عليه الصلوة والسلام "القبر روضة من
رياض الجنة او حفرة من حفرة النار" او كذلك
قوله عليه الصلوة والسلام "من مات فقد قامت
قيامته" كل هذا النصوص تدل على ان الانسان يبقى
بعد موت الجسد.

يعنى بلا شك الله تعالى کا ارشاد "اگ اس پر وہ صبح شام پیش کئے جاتے
ہیں" اور یہ ارشاد "وہ غرق کئے گئے پس اگ میں داخل کئے گئے" اس بات پر دال
ہیں کہ انسان موت کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا فرمان
"اللہ کے انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔"
اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم
کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" اور یہ فرمان "جس کو موت آگئی اس کی
قیامت قائم ہو گئی۔" یہ تمام نصوص ببالغ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ انسان جسم کی
موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

مفسر شہیر عالم جلیل حضرت امام ابو عبد اللہ القرطبی المتوفی
۱۰۶۷ھ کا فرمان

آپ اپنی تصنیف لطیف "الذکرة" میں اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل
فرماتے ہیں :

"وهذا صفة الاحياء في الدنيا واذا كان هذا في

الشهداء فالانبياء احق بذلك واولى وقد صح ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء وانه ﷺ اجتمع بالانبياء ليلة الاسراء في بيت المقدس و في السماء ورأى موسى قائما يصلي في قبره واخبر ﷺ بانه يرد السلام على كل من يسلم عليه الى غير ذلك مما يحصل من جملة القطع بان موت الانبياء انما هو راجع الى ان غيوا عنا بحيث لا ندرکهم وان كانوا موجودين احياء وذلك كالحال في الملائكة فانهم موجودون احياء ولا يراهم من نوعنا الا من خصه الله بكرامة من اوليائه“ (انباء الاذكياء ص ۵۳)

یعنی رزق دیا جاتا، خوش و خرم رہتا، سرور و شادمان ہوتا اس دنیا کے زندوں کی صفت ہے اور جب یہ حیات اور صفات شہداء میں موجود ہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولیٰ ہیں اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ زمین، انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کو نہیں کھاتی اور یہ کہ نبی مکرم رسول معظم شفیع امم ﷺ نے شب معراج بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات کی اور آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں درحالت قیام نماز میں مشغول پایا۔ اور آپ حضور پر نور ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ آپ ﷺ ہر سلام عرض کرنے والے کے سلام کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اس نوعیت کی اور بھی روایات صحیحہ ثابت ہیں جن سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت کا منشاء و مآل صرف یہ ہے کہ وہ حضرات ہم سے یوں غائب ہیں کہ ہم ان کا اور اک و احاطہ

نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں جس طرح کہ ملائکہ کہ وہ زندہ بھی ہیں اور موجود ہیں لیکن ہم جیسا کوئی عام بھڑان کو نہیں دیکھ پاتا ہاں مگر جن اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت سے نوازا ہوتا ہے وہ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں^۱

حضرت الامام تقی الدین السبکی الشافعیؒ کا ارشاد

امام تقی الدین السبکی المتوفی ۷۵۷ھ شفاء السقام ص ۱۷۹ میں فرماتے

ہیں کہ :

قد تضمنت الاحادیث المتقدمة ان روح النبی ﷺ

ترد علیہ وانه یسمع ویرد السلام

یعنی پہلی ذکر کردہ احادیث اس بات کو متضمن ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی

روح مبارک آپ پر لوٹادی گئی ہے آپ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

حياة الانبياء والشهداء في القبر كحياتهم في الدنيا و

يشهد له صلوة موسى في قبره فان الصلوة تستدعي

جسد احيا“ (انباء الاذکاء ص ۶۱)

انبیاء عظام علیہم السلام اور شہدائے کرام کی قبر میں حیات ان

کی حیات دنیوی جیسی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ

آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مقدس

میں نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۔ امام یاقینی کا قول ص ۸۳ پر گزر چکا ہے کہ متعدد حضرات اولیاء کرام نے نبی مکرم ﷺ

کو زندہ اور متصرف دیکھا ہے وہ حضرات تو دیکھ سکتے ہیں سو دیکھتے ہیں لیکن ہم کو یہ کمال حاصل نہیں

تو کم از کم اس جمالت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے کہ جسے ہم دیکھ نہیں پاتے وہ شی موجود ہی نہیں۔

شیخ الشافعیہ امام عبد القاہر کارشاد اور امام بارزی کا فتویٰ

امام کبیر استاد ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی جو شیخ الشافعیہ سے ملقب ہیں فرماتے ہیں :

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا ﷺ

حي بعہ وفاته وانه يبشر لطاعات امته ويحزن

بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلي

عليه من امته (فتویٰ امام بارزی انباء الاذکاء ص ۵۳)

یعنی ہمارے متکلمین محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد زندہ ہیں۔ اپنے امتیوں کے نیک اعمال سے خوشی اور معاصی و فسق و فجور سے غم محسوس فرماتے ہیں اور آپ کی امت سے جو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے وہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

مزید فرمایا :

واذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبينا ﷺ قد صار حيا بعد

وفاته وهو على نبوته

جب یہ احادیث صحیحہ ہمارے لئے اصل ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور اپنی نبوت پر فائز ہیں۔

حافظ الحدیث الامام العلام ابن حجر شافعیؒ کا ارشاد

آپ اور امام عینی حنفی رحمہما اللہ تعالیٰ ہم عصر تھے۔ دونوں حضرات نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہیں۔ حتیٰ کہ جب حافظین (دو حافظ الحدیث) بولا جائے تو یہی دونوں حضرات مراد ہوتے ہیں ان کے متاخرین

بلا افتراق مذہب انہی کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت شہاب الدین ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں اس مسئلہ پر متعدد بار گفتگو فرمائی ہے۔ اسی لئے تو عثمانی صاحب نے آپ کے بارے میں اپنی ہفتوات و خزعبلات میں بڑی ایمان سوز باتیں لکھی ہیں۔ امام عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری میں اس عقیدہ پر گفتگو متعدد مقامات پر کی ہے لیکن ڈاکٹر عثمانی کو شاید وہ نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ حضرت حافظ الملک ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات کسی چھوٹے موٹے رسالے یا کتابچے میں پڑھ لئے ہوں اور یہ وہی تباہی کننا شروع کر دی۔ اللہم انی اعوذ بک من شرورہ واجعلک فی نحورہ فاشدد علیہ و طاتک ان بطشک لشدید۔

حضرت الامام ملا علی قاری الحسینی اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول بطور خلاصہ کلام و اتمام دعویٰ ذکر فرماتے ہیں :

قال ابن حجر و ما افاده من ثبوت حياة الانبياء حياة
بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن
الطعام والشراب كالملائكة امر لا مزية فيه

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۳۸)

یعنی اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے ثبوت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے ایسی حیات جس کی وجہ سے وہ عبادت کرتے ہیں، اپنی قبور پر نور میں نمازیں پڑھتے ہیں، کھانے پینے سے مستغنی اور بے نیاز ہیں مثل ملائکہ اس معاملہ میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

حافظ الامت شارح بخاری علامہ عینی حنفی کا عقیدہ

احناف کثر ہم اللہ تعالیٰ کے مایہ ناز محدث و فقیہہ، عالم بے عدیل حافظ بے ثیل امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ حدیث صحیحہ (جو اس حیاتجان کائنات کے ص ۱۷ پر گزر چکی ہے) پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قلت الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار
فاذا كان هذا للشهداء كان الانبياء بذلك احق
واولى مع انه صح عنه عليه السلام ان الارض لاتا كل
اجساد الانبياء عليهم الصلوة والسلام وان النبی
عليه السلام قد اجمع بهم ليلة الاسراء بيت المقدس
والسماء خصوصا بموسى عليه الصلوة والسلام
فحصل من جملة هذا القطع بانهم غيوا عنا بحيث
لا ندركهم وان كانوا موجودين احياء وذلك
كالحال في الملائكة عليهم الصلوة والسلام فانهم
موجودون احياء لا يراهم احد من نوعنا الا من خصه
الله تعالى بكرامته واذا تقرر انهم احياء فهم فيما بين
السموات والارض فاذا انفخ في الصور نفخة الصعق
صعق كل من في السموات والارض الا من شاء الله
فاما صعق غير الانبياء فموت واما صعق الانبياء فالأ
ظهر انه غشي (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۵۱)

یعنی میرا عقیدہ ہے کہ موت عدم نہیں یقیناً وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتا ہے۔ پس جب شہداء کے حق میں موت کا یہ معنی و مطلب ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ مفہوم و معنی کیسے زیادہ حق اور مناسب ہے مزید برآں یہ کہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ سے براویات صحیحہ ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مطہرہ کو کبھی نہ کھائے گی (کیونکہ وہ زندہ ہیں) اور یہ بھی کہ نبی اکرم ﷺ کی دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شب اسرئیل بیت المقدس اور آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (کہ ان کے ساتھ تو متعدد ملاقاتیں ہوئیں گفتگو اور باہمی مشورہ بھی ہوا) تو ان تمام (شواہد و دلائل) سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم سے پوشیدہ ہو گئے ہیں ہم ان کا اور اک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں اور یہ حال مثل حال ملائکہ ہے کہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور نوع بشر میں سے کوئی انہیں دیکھ نہیں پاتا ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت و ولایت سے خاص فرمایا ہو۔ جب یہ بات مقرر اور متحقق ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں وہ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں موجود ہیں تو جب صحن کا پھونک صور میں مارا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر کسی پر صحن (بے ہوشی یا موت) طاری ہو جائے گا مگر جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا وہ محفوظ رہے گا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں صحن کا مطلب بے ہوشی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا اور اسی بات کی طرف حضرت ابو بکر صدیقؓ وارضاء عنانے لن یجمع اللہ علیک الموتین میں اشارہ فرمایا اور ڈاکٹر عثمانی اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے کچھ اور سمجھ گئے) اور غیر انبیاء کرام کے حق میں صحن کا مطلب موت ہے۔

یہی امام العلماء الراخین عہدہ الحدیثین زینۃ الاحناف رقم طراز ہیں :

قلت لا اشکال فی هذا اصلا وذلك ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل من الشهداء والشهداء احياء عند ربهم فالانبياء بالطريق الاولى ولا سيما في حديث ابن عباس عند مسلم قال ﷺ كاني انظر الى موسى و كاني انظر الى يونس. اذا كان الامر كذلك فلا يبعد ان يصلوا ويحجوا و يتقربوا الى الله تعالى بما استطاعوا مادامت الدنيا وهي دارا لتكليف باقية

(عہدہ القاری ج ۱۶ ص ۳۵)

یعنی ہمارے نبی مکرم شفیع معظم ﷺ نے ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری دیکھا اس امر میں کسی لحاظ سے کوئی اشکال نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے بہت بلند مرتبہ ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں پس انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں خصوصاً یہ بھی کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت کی ہے اس میں حضور اکرم ﷺ صراحتاً فرما رہے ہیں کہ میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں، یونس کو دیکھ رہا ہوں۔ تو جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں سیر فرماتے ہیں تو یہ قطعاً بعید نہیں کہ وہ نماز پڑھیں حج کریں اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں جب تک یہ دنیا جو دار تکلیف ہے باقی ہے۔

حضرت العلامة الامام السبہویؒ کا فرمان ممتاز سیرت نگار امام سبہودیؒ
متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

ولا شك في حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبياء
عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم حياة اكمل
من حياة الشهداء التي اخبر الله تعالى بها في كتابه
العزيز. (وقاء الوفاء ج ۳ ص ۱۳۵۲)

اور نبی مکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات میں کوئی شک ہی نہیں اور اسی
طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں ان کی زندگی شہداء کی
زندگی جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں بتایا ہے، سے
کہیں کامل تر ہے۔

حضرت الامام السيوطيؒ کا ارشاد علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
متوفی ۹۱۱ھ رقم طراز ہیں:

حياة النبي ﷺ في قبره هو سائر الانبياء معلومة
عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الادلة في ذلك
وتواترت به الاخبار الدالة على ذلك.

(انباء الاذكياء ص امر قاة الصعود شرح سنن ابی داؤد)

یعنی سرور کائنات ﷺ کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا نیز دیگر انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ہمارے عقیدہ میں یقینی اور قطعی علم سے ثابت
ہے۔ اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس دلائل موجود ہیں اور اس
عقیدہ پر دلالت کرنے والی اخبار حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔
ایک مدلل و مفصل بحث و تمحیص کے بعد ارشاد ہے:

فحصل من مجموع هذا القول والا حاديث ان
النبي ﷺ حي بجسده وروحه وانه يتصرف
ويسير حيث شاء في الارض وفي الملكوت
وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه
شئ وانه مغيب من الابصار كما غيب الملائكة مع
كونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله رفع الحجاب
عمن اراد اكرامه برؤيته فراه على هيئته التي هو
عليها لا مانع من ذلك ولا داعي الى التخصيص برؤية

المثال (الحاوي للفتاوى ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی ان تمام نقول واحادیث سے یہ بات حاصل ہو گئی کہ نبی اکرم شفیع
معظم ﷺ اپنے جسد اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ زمین اور عالم
ملکوت میں جہاں پسند فرماتے ہیں سیر اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ ﷺ اپنی
اسی ہیئت مبارکہ میں ہیں جس پر آپ اس وفات سے پہلے تھے آپ میں ذرہ بھر
تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے یوں اوجھل ہو گئے ہیں جیسا کہ فرشتے،
اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہوتے ہوئے بھی غائب ہیں پس جب اللہ تبارک
و تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس صاحب بخت رسا کی آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا
دیتا ہے جسے آپ کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف فرمانا مقصود ہوتا ہے
پس وہ خوش بخت آپ ﷺ کو آپ کی واقعی ہیئت میں دیکھتا ہے۔ اس امر سے کوئی
مانع نہیں اور اس رؤیت کو مثالی رؤیت سے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

شارح بخاری امام قسطلانی اور حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت الامام زرقانی کے ارشادات (المتونی ۹۳۲ھ) نے رحمت

کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے احوال مبارک پر مشتمل نہایت گرانقدر اور اپنی مثال آپ کتاب المواہب اللدنیہ تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کی عظمت و وقعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عظیم کتاب اپنے زمانہ تصنیف سے آج تک تمام عالم اسلام میں مقبول و متداول ہے۔ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مشہور محقق حضرات امام زر قانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی فضیلت و عظمت کے پیش نظر اس کی شرح فرمائی ہے۔ یہ دونوں کتابیں عموماً اکٹھی ملتی ہیں اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

”وَمِنْهَا أَنَّهُ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ يَصَلِّي فِيهِ بِأَذَانٍ وَأَقَامَةٍ
وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ“

یعنی اور نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی شان ہے۔

”وَلَا شَكَّ أَنَّ حَيَاةَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
ثَابِتَةٌ مَعْلُومَةٌ مُسْتَمِرَّةٌ وَنَبِيْنَا ﷺ فَضْلُهُمْ وَإِذَا كَانَ
كَذَلِكَ فَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ حَيَاتُهُ ﷺ أَكْمَلَ وَأَتَمَّ مِنْ
حَيَاةِ سَائِرِهِمْ“

اس حقیقت میں ذرہ شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ثابت، معلوم اور مسلسل ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ ان تمام میں سے افضل ہیں۔ پس آپ ﷺ کی حیات ان سب کی حیات سے زیادہ مکمل اور زیادہ تام ہے۔

حضرت الامام ملا علی القاریؒ کا عقیدہ زینۃ الاحناف عمدۃ الاخلاف
حضرت العلامة الامام علی بن
السلطان القاریؒ المتوفی ۱۰۱۰ھ نے اس مسئلہ پر بڑے شرح و بسط کے ساتھ
گفتگو فرمائی ہے :

”انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبور ہم
وہم احياء عند ربهم وان لا رواحهم تعلقا بالعالم
العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی .
(شرح الشفاء ۲ ص ۱۴۲)

یعنی بلا شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء کرام
اپنی اپنی قبور مطہرہ میں با حیات ہیں۔ یہ تمام حضرات اپنے رب جلیل کے نزدیک
زندہ ہیں اور بلاشبہ ان حضرات کی ارواح مقدسہ کا عالم بالا و زیریں سے تعلق بعینہ
ان کے احوال دنیا کی طرح کا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ”مرقاۃ المفاتیح“ ج ۳ ص ۲۳۸ پر فرمایا :

نعم ان الانبیاء تكون حیاتهم علی الوجه الاكمل
ویحصل لبعض وراثتهم من الشهداء والاولیاء
والعلماء الحظ الاوفی بحفظ ابدانهم الظاہرة بل
بالتلذذ بالصلوة والقراءة ونحوهما فی قبور ہم
الظاہرة الی قیام الساعة الآخرة وهذه المسائل کلها
ذکرها السيوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال
القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة.

ہاں ہاں بلا شک و شبہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اکمل ترین

صورت میں ہوتی ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعض ورثاء از قبیل شہداء، اولیاء، علماء کو بھی حیات بعد الموت کا پورا پورا حظ (حصہ) ملتا ہے کہ ان کے ظاہری لبد ان بھی محفوظ رہتے ہیں بلکہ یہ حضرات قیام قیامت تک اپنی قبور طاہرہ میں نماز، تلاوت وغیرہ اعمال صالحہ سے متمتع ہوتے ہیں اور ان تمام مسائل کو امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب ”شرح الصدور فی احوال القبور“ میں اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے ساتھ ذکر اور ثابت و متحقق کیا ہے۔

اور اسی کتاب کے ج ۳ ص ۲۴۱ پر سخن نواز ہیں :

”ای جمیع اجزائہم فلا فرق لہم فی الحالین ولذا قبل
اولیاء اللہ لایموتون ولكن یشقلون من دار الی دار
..... یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الاكمل
والظاهر هو الاول لانه رأى موسى قائما یصلی فی
قبرہ وكذلك ابراهیم کما فی حدیث مسلم وصح
خبر الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون قال البیهقی
وحلولہم فی اوقات مختلفہ فی اماکن متعدده جائز
عقلا کما ورد بہ خبر الصادق۔

یعنی اللہ تعالیٰ زمین پر بوجہ تکریم حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد شریفہ، اور ان کے تمام اجزاء میں سے کسی جزء کو گزند پہنچائے۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دونوں حالتوں (ظاہری حیات طیبہ اور حیات حقیقیہ اخرویہ) میں قطعاً کوئی فرق نہیں اور اسی لئے فرمایا گیا ہے اللہ کے اولیاء و احبّاء مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہو جاتے ہیں اور یہ ارشاد مقدس کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔ تمام انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے اور انبیاء کرام کے فرد اکمل ہمارے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ اختصاص کا احتمال بھی رکھتا ہے اور پہلی بات ہی ظاہر ہے کیونکہ نبی مکرم شہ دوسرا ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح آپ نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور یہ حدیث صحیح بھی پہلے قول کی مؤید ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اپنی قبور مطہرہ میں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ اور امام شہقی نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تشریف آوری عقلاً بھی جائز ہے اور منجر صادق ﷺ کی خبر اس پر مستزاد (پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، حاضر ہیں، ناظر ہیں عقل و نقل سے یہ بات ثابت ہے)۔

شیخ محقق سیدی و سندی شاہ عبدالحق
محدث دہلوی علیہ رحمت ربہ القوی متوفی
۱۰۵۲ھ وہ برتر از بیان اوصاف ہستی ہیں

شاہ عبدالحق محدث دہلوی
قدس سرہ الجلی کے فرامین

جن کا علمی و عملی مقام پورے عالم اسلام میں مسلم ہے، بر صغیر میں علم دین سے ممارست رکھنے والا شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو بالواسطہ آپ کے تلامذہ میں سے نہ ہو۔ ہر کوئی انہی کا خوشہ چمین اور آپ کے دستر خوان علم و فضل کا ریزہ خور ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف منیفہ میں کئی مقامات پر اس عقیدہ کو نہایت مدلل انداز میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور تقریباً اسی موضوع پر آپ کی تصنیف ”جذب القلوب الی دیار المحبوب“ تو اسم بامسمیٰ ہے۔ آپ کی چند تحریریں ملاحظہ ہوں۔

”وحیات انبیاء متفق علیہ است بیچ کس را دروے خلائے

نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی

چنانکہ شہداء راست“ (اشعۃ اللمعات ص ۵۷۴ اور تقریباً یہی
مضمون مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۴۴ پر ہے)

”وہیچ کس را خلاف نیست در اں کہ آن کامل تر و قوی تر از وجود
شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ اں معنوی اخروی
است عند اللہ و حیات انبیاء حیات حسی دنیاوی است۔“
(مدارج ج ۲ ص ۷۴۴) ”وباچندیں اختلافات و کثرت
مذہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف
نیست کہ اں حضرت ﷺ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و تو
ہم تاویل و اتم و باقی است و بر اعمال امت حاضر ناظر“

(مکاتیب بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۵۵ مکتوب اقرب السبل الی سید الرسل)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۱ھ
شاہ ولی اللہ کا عقیدہ کو ہندو پاکستان میں جو علمی مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ
سب پر عیاں ہے۔ ان کی تصنیف الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کا ایک ایک
واقعہ حضور ﷺ کی حیات اقدس پر دلالت کر رہا ہے۔ اہل ذوق اس کا مطالعہ
فرمائیں۔ سر دست شاہ صاحب کی ایک اور تصنیف فیوض الحرمین میں مرقوم ان
کا اپنا مشاہدہ عرض کرتا ہوں :

لما دخلت المدينة المنورة وزرت الروضة المقدسة
على صاحبها افضل الصلوة والتسليمات رأيت
روحه ﷺ ظاهرة بارزة لافي عالم الارواح فقط بل
في المثال القريب من الحس فادرکت ان العوام ان
ما يذكرون حضور النبي ﷺ في الصلوة وامامته

بالناس فيها وامثال ذلك من هذه الدقيقة.....
 ورأيتہ ﷺ فی اکثر الامور یدى لی صورته
 الکریمۃ الی کان علیها مرة بعد مرة انی طامح
 الہمة الی روحانیتہ لا الی جسمانیتہ ﷺ فتفطنت
 ان له خاصية من تقویم روحہ بصورة جسمہ علیہ
 الصلوۃ والسلام وانہ الذی اشار الیہ ﷺ بقولہ ان
 الانبیاء لا یموتون وانہم یصلون یحجون فی قبور
 ہم وانہم احياء الی غیر ذالک ولم اسلم علیہ قط
 الاوقد انبسط الی وانشرح وتبدی وظهر وذلك لانه
 رحمة للعالمین. (فیوض الحرمین مترجم ص ۸۳ تا ص ۸۵
 مطبوعہ سعیدینڈ کمپنی)

اس عبارت کا ترجمہ عابد الرحمن صدیقی کا ندھلوی سے ہی ملاحظہ
 فرمائیے جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ ان کی طرف سے بھی تائید
 وشہادت شامل ہو جائے۔

”جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضہ اقدس علی صاحبہا الف
 الف صلوۃ والف الف تسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک و
 مقدس ﷺ کو ظاہر اوعیاناً دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان
 آنکھوں سے قریب تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور
 اکرم ﷺ نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیر
 ذالک کہ یہ اسی دقیقہ کی باتیں ہیں..... اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو آپ کی اصلی
 صورت کریمہ میں بار بار دیکھا۔ باوجود یہ کہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت

میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت رسول اکرم ﷺ میں۔ تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم ﷺ میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ نے اپنے قول مبارک سے اشارہ فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موت نہیں آیا کرتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں۔ اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور جس وقت بھی میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں“

یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ اب حیات میں مولانا محمد قاسم صاحب مانو تو ی نے اسی کی تصریح کی ہے۔
اسی کتاب کے ص ۲۸ پر فرمایا:

”ان الانبیاء لا یموتون وانہم یصلون ویحجون فی
قبورہم وانہم احیاء“

بلا شک و شبہ انبیاء کو موت عادی نہیں آتی اور بے شک وہ اپنی اپنی قبور پر نور میں نماز پڑھتے ہیں، حج فرماتے ہیں اور بلا شبہ وہ زندہ ہیں۔
تبہقی وقت حضرت مظہری تفسیر مظہری جیسی تفسیر کے مصنف جنہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ”تبہقی وقت“ فرمایا ہے میری مراد ہے حضرت العلام القاضی ثناء

اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

”والحق عندی عدم اختصاصہا بہم بل حیاۃ الانبیاء
اقویٰ منہم واشد ظہور آثارہا فی الخارج حتی لا

یہاں مترجم اپنا مذہب ذکر کر رہے ہیں۔

يجوزا لنكاح بازواج النبی ﷺ بعد وفاته بخلاف
الشہید“ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ حیات بعد الموت جس کا اثبات اللہ
رب العزت یہاں فرما رہے ہیں صرف شہداء کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ان سے کہیں زیادہ قوی اور خارجی آثار
کے ظہور کے لحاظ سے بہت نمایاں ہے حتیٰ کہ نبی مکرم ﷺ کی ازواج
مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاهن عنا کے ساتھ نکاح جائز نہیں جبکہ
شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت
محی السنّت مجدد الامۃ سندى
کے ارشادات

الشاہ احمد رضا خاں بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ جن کے زور قلم و علم کا آپ کے مخالفین نے بھی اعتراف کیا ہے
جن کو علماء عرب و عجم نے اپنا سید و رئیس کہا ہے آپ کو مجدد سے ملقب کیا
ہے۔ آپ نے نظم و نثر دونوں انداز میں اسی عقیدہ جلیلہ کو اپنے اسلوب میں
صراحتاً بیان فرمایا ہے :

”رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں
تھی ان کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدہ الہیہ کل
نفس ذائقۃ الموت کے واسطے ہوتی ہے پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ
حیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں حج کرتے
ہیں مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں کھانا پینا سب کچھ

دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔ کما نطق بہ

الاحادیث وائمة القديم والحديث واللہ سبحانہ

وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۷)

ایک اور مقام پر افادہ فرمایا :

”انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر ان کو ویسی ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے“

اور یہ گہرہائے آبدار اس عقیدہ جلیلہ پر دال آیات مقدسہ واحادیث طیبہ

کا خلاصہ ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے

مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اس آن کے بعد ان کی حیات

مثل سابق وہی جسمانی ہے

اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح

اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا

جسم پر نور بھی روحانی ہے

اور کیا خوب فرمایا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

اور کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا جائے جبکہ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
 جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے لے
 جی تو امام شرف الدین بومیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف
 میں یوں گھمائے عقیدت پیش کئے ہیں۔

وان من جودك الدنيا وضرتها
 ومن علومك علم اللوح والقلم
 مولانا احمد علی سہارنپوری رقم طراز
 احمد علی سہارنپوری کا عقیدہ
 ہیں:

والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لا يتعقبها موت
 بل يستمر حيا والانباء احياء في قبورهم

(حاشیہ بخاری ص ۵۱۷)

یعنی یوں کہنا خوب تر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان کی حیات کے بعد
 موت آئی ہی نہیں بلکہ آپ کی یہ حیات ہمیشہ کے لئے مستمر ہے (موت فقط ایک
 پردہ ہے) اور تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں با حیات ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ
 بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کا ایک
 قول پہلے صفحہ نمبر ۵۶ پر گزر چکا ہے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ کا یہ شعر حدیث قدسی سے ماخوذ ہے اولاک لما خلقت
 الافلاک یعنی اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو
 سیدی و مولائی ضیاء الامت حضرت العلام پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر نبیاء
 القرآن ج ۵ ص ۴۷۴ میں تفسیر روح المعانی للعلامة آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے
 اور امام ربانی نے اپنے مکتوب نمبر ۱۲۲ میں پائی دارالعلوم دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی
 کتاب آب حیات میں بھی چند مقامات پر تحریر کیا ہے۔

حیات النبی ﷺ کے موضوع پر اپنی تالیف آب حیات میں تو وہ ایک آن کے لئے بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر موت کے طاری ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی اس تالیف کے چند مزید اقتباسات ملاحظہ ہوں :

”اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضا وقوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں تو متصور ہی نہیں۔ متصور ہے تو حیات میں متصور ہے۔ لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر پیوں کی نظروں سے مستور ہے۔ مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ تو لاجرم وقت ترک جو وقت موت ہے انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت حیات کی سائر ہوگی یعنی یہ موت رافع ودافع نہ ہوگی“ (آب حیات ص ۳۶)

”ہرچہ باد لب اور رسول اللہ صلعم لہ (ﷺ) اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے۔ ہاں فرق ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے عینی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے۔ اس لئے وقت موت حیات نبوی (ﷺ) زائل نہ ہو گئی۔ ہاں مستور ہو جائے گی۔ اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ

نبی پاک ﷺ کے اسم گرامی پر یا صلعم لکھنا بدعت قبیحہ و حرام فعل ہے کیونکہ یہ تخفیف ہے۔ پورا درود شریف ﷺ لکھنا چاہیے۔

(ﷺ) کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر ہے
اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے
زائل نہیں ہوتا۔ یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس
کو کسی ہنڈیا یا منکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس
کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے۔ زائل نہیں ہو جاتا۔“

(آب حیات ص ۱۲۰ مطبع قدیمی دہلی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا عقیدہ نشر الطیب فی ذکر النبی
الحجیب ص ۱۸۳ مطبوعہ

دیوبند، اور سعید کمپنی کے مطبوعہ کے ص ۲۲۲ پر موصوف لکھتے ہیں۔
”تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام
ملائکہ کے برزخ میں آپ کی یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔
اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا، غذا مناسب اس عالم
کے نوش فرمانا، سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے
بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا۔ یہ تو دائم ثابت ہیں اور
احیاناً بعض خواص امت سے نقطہ میں کلام اور ہدایت فرمانا
بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو
ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل
کے ایک وقت میں اجتماع سے تراحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے
کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت
وسعت ہوتی ہے“

مولوی حسین احمد صاحب کا عقیدہ بارہویں صدی ہجری میں جب بعض افکار و اوہام کی بناء پر علماء دیوبند کی تکفیر عام کی گئی عرب و عجم کے متعدد علماء اعلام نے ان افکار باطلہ کے معتقدین و مؤیدین کو خارج از اسلام قرار دیا تو بعض دیگر کتب مثلاً صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان وغیرہ معتمدات و مستندات دیوبند کی تحریرات کے برعکس اپنے کو جمہور امت مسلمہ کے ساتھ متفق ظاہر کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور ناظم تعلیمات مولوی حسین احمد صاحب نے عربی میں ایک کتاب المہمد لکھی۔ اس کتاب میں وہ تمام علماء دیوبند کا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حى فى
قبره الشريف وحياته ﷺ دنيوية من غير تكليف
وهى مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله
عليهم والشهداء البرزخية كماهى حاصلة لسائر
المؤمنين بل لجميع الناس .

(عقائد علماء دیوبند ص ۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کا ترجمہ بھی انہی کی زبانی ملاحظہ ہو :

مسئلہ حیات النبی میں علماء دیوبند کا عقیدہ ہمارے نزدیک اور ہمارے
مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی ہے بلا مکلف ہونے
کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے
ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو (ص ۲۱)

اس کتاب پر تصدیقات کرنے والے علماء اعلام میں سے ایک جلیل
القدر حرم نبوی شریف کے مدرس علامہ احمد بن محمد خیر الشقیطی ہیں۔ ان کی
تصدیق و تقریظ کا ایک ایمان افروز جملہ ملاحظہ ہو۔

”فہو رحمۃ اللہ علیہ حی فی قبرہ الشریف یتصرف فی الکون
باذن اللہ تعالیٰ کیف شاء“

یعنی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن
سے کائنات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

ناظرین کرام! ان آیات مقدسہ، احادیث طیبہ، آثار صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اقوال علماء کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو
گیا ہو گا کہ تمام انبیاء کرام خصوصاً سید الرسل، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی
جسمانی کے ساتھ اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق کھاتے
ہیں۔ اقامت نماز و ادائیگی حج اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ کے اذن سے جس طرح چاہتے ہیں عالم بالا وزیری میں تصرف کرتے ہیں
سننے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں سلام کرنے والوں کو جواب مرحمت فرماتے
ہیں۔ طالبین کی طلب کو پورا کرتے ہیں۔ اپنی امت کے گناہ گاروں کی بخشش کے
لئے بارگاہِ صمدیت میں التجائیں کرتے ہیں۔ اور ان کی ان صفات کا وہ حضرات
ہر آن مشاہدہ فرماتے ہیں۔ جو دل بینا اور نور بصیرت سے سرفراز ہیں۔ تقویت
ایمان و ایقان اور تبرک کے طور پر چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

(۱) حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نہایت جلیل القدر بزرگ اور
مشہور و معروف ولی اللہ ہیں۔ ان کا یہ واقعہ کتب میں مذکور ہے کہ جب ۵۵۵ھ
یہ واقعات کتاب الحج میں محمد زکریا کاندھلوی نے بھی لکھے ہیں۔

میں زیارت بیت اللہ سے فارغ ہو کر روضہ مطہرہ کی زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو مواجہ شریف میں نہایت ہی رقت کے ساتھ اپنا مدعا یوں عرض کیا۔

فی حالة البعد روحی كنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامد دیمینک کی تحظی بہا شفتی

ترجمہ: آپ سے دوری کے عالم میں، میں اپنی روح کو آپ حضور کی خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میرے نائب کی حیثیت سے آکر آستانہ مقدسہ کو بوسے دیا کرتی تھی (یا رسول اللہ! بندہ کی خوش نصیبی ہے کہ) اب جسم کی حاضری کا موقع ملا سو اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں۔

ان کا یہ عرض کرنا تھا کہ قبر شریف سے دست مبارک بلند ہوا اور انہوں نے لپک کر بوسہ دیا۔ اور اپنے عشق بے تاب کی تسلی کا سامان فراہم کیا۔ بعض روایات میں ہے اس وقت نوے ہزار آدمی موجود تھے جنہوں نے یہ جاں افزا اور روح پرور منظر دیکھا اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔

(۲) ایک اور بزرگ ابو الخیر اقطع اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں فاتحہ سے داخل ہوا پانچ دن وہاں رہا لیکن ایک لقمہ تک چکھنے کو نہ ملا۔ میں نبی مکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ

عنما کی خدمت میں سلام کر کے عرض کیا :

انا ضيفك الليلة يا رسول الله

اے اللہ کے رسول! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔

یہ عرض کر کے وہاں سے ہٹا اور آن کر منبر شریف کے پیچھے سو گیا۔

خواب میں سید الکونین ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا۔ دائیں طرف حضرت ابو بکر بائیں طرف حضرت عمر اور آگے آگے حضرت علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے۔ حضرت علی نے مجھے آکر بلایا اور فرمایا :

قم وقد جاء رسول الله ﷺ

اٹھو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔

میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور حضور پر نور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا

بعد ازیں نبی مکرم قاسم نعم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے عالم خواب میں نصف روٹی کھائی معاہدہ ہوا تو میرے ہاتھ میں نصف روٹی موجود تھی۔^۱

(۳) عتبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حکایت بیان کرتے ہیں کہ میں منبر

شریف کے قریب بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی حاضر ہو کر عرض کناں ہوا :

السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول ولوانهم

اذ ظلموا..... الخ وقد جنتك^۲ مستغفراً من ذنبي

مستشفعاً^۳ بك الى ربّي.

^۱ یہ واقعہ روض الانف، دقاء الوفاء، طبقات الاولیاء میں بھی موجود ہے۔

^۲ معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی نیت سے سفر کرنا جائز اور اسلاف کرام کا معمول ہے۔ بدعت و شرک نہیں۔

^۳ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رسول مکرم شفیع معظم ﷺ کی شفاعت کے وسیلہ کے طالب ہیں۔

یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو میں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ولو انهم
اذ ظلموا..... الخ لئن لم یفکّر فی انفسہم لظلموا لئن لم یفکّر فی انفسہم لظلموا
ہوں اور اپنے رب کے حضور آپ کی شفاعت کا طلبگار ہوں۔ وانشد یقول اور
یہ شعر پڑھے :

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمہ
فطاب من طیہن القاع والا کم
نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ
فیہ العفاف وفیہ الجود و الکرم

ترجمہ : اے بہت بہتر ان تمام سے جن کو وسیع و عریض
زمین میں دفن کیا گیا سو ان کی خوشبو و پاکیزگی سے میدان اور
ٹیلے (نشیب و فراز) مہک اٹھے۔ میری جان اس قبر پر قربان!
جس میں آپ سکونت پذیر ہیں۔ جس میں عفت و پاکی،
سخاوت اور عزت و عظمت ہے۔

یہ عرض کر کے وہ واپس پلٹ گیا۔ اسی اثناء میں نیند مجھ پر غالب آئی
خواب میں نبی اعظم محبوب مکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو حضور پر نور
شافع یوم النشور ﷺ نے مجھے فرمایا :

یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ بان اللہ تعالیٰ قد غفر لہ.
اے عتبی اٹھو! اس اعرابی کو جا ملو اور اسے خوشخبری دو کہ
اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(۴) اسی طرح حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں
مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی رحمت ﷺ کی قبر اقدس پر حاضر ہوا تو میں نے ایک

اعرابی کو اونٹ سے اترتے دیکھا۔ پھر اس نے اونٹ بٹھایا اس کا گھٹنا باندھا اور حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور آن کر نہایت ہی اچھا سلام عرض کیا۔ اور خوب عمدہ دعا مانگی عرض کیا:

بابی انت وامی یا رسول الله ان الله خصك بوحیه
وانزل عليك کتاباً و جمع فیہ علم الاولین
والآخرین وقال فی کتابه وقوله الحق ولوا انهم
واذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم
الرسول لوجدوا الله تواباً رحیماً وقد اتیتک^۱ مقراً
بذنبی مستشفعاً^۲ بک الی رب وهو ما وعدک ثم
التفت الی القبر ف ذکر البیتین وزاد بینهما

انت النبی الذی ترجی شفاعته
عند الصراط اذا ما ذلت القدم

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے
آپ کو اپنی وحی کے شرف سے مختص فرمایا۔ آپ پر اپنی عظیم الشان کتاب نازل
فرمائی اور اس میں آپ کیلئے اولین و آخرین کے علوم جمع کر دیئے اور اپنی اس کتاب
مجید میں اس نے فرمایا ہے اور اس کا فرمان بالکل حق ہے کہ ”اے حبیب! جب یہ
لوگ اپنی جانوں پر ستم ڈھانے کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے

- ۱۔ نبی اکرم نور مجسم شفیع امم ﷺ اولین و آخرین کے تمام علوم کے جامع ہیں
- ۲۔ رسالت مآب ﷺ کے دربار میں حاضری کی نیت سے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر
(شد حال کر کے) آئے۔
- ۳۔ آپ ﷺ کا وسیلہ، اپنے رب کریم کی جناب میں پیش کیا۔

اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور پھر آپؐ ان کی شفاعت فرمادیں تو وہ لوگ ضرور بالفرد اور اللہ تعالیٰ کو خوب توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔“ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے رب کی بارگاہ میں آپ کو اپنا شفیع بناتے ہوئے اور آپ کی شفاعت قبول فرمانے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد وہ اعرابی قبر شریف سے لپٹ گیا اوپر والے دونوں شعر عرض کئے اور ان میں اس کا اضافہ کیا :

ترجمہ : آپ وہ جلیل القدر نبی ہیں جن کی شفاعت کی تمنا پل صراط سے گذرتے وقت ہوگی جبکہ قدم ڈمگنا رہے ہوں گے۔

حضرت محمد بن حریز باہلی فرماتے ہیں کہ اس عرض و نیاز کے بعد عرابی اپنی سواری پر جا بیٹھا

فما أشك ان شاء الله الا انه راح بالمغفرة

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ انشاء اللہ اپنے گناہوں کی مغفرت لیکر گیا۔

بطور نمونہ امام سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب ”القول البدیع“ سے یہ چند واقعات ذکر کر دیئے ہیں وگرنہ ان گنت وبے شمار واقعات کتب میں مندرج ہیں۔ ان درج کردہ واقعات کی صحت میں اگر کوئی شخص اپنے ذاتی نظریات سے مخالفت کی بنا پر شک کرے تو علیحدہ بات ہے۔ وگرنہ علماء حق تو ذوالاول سے ذکر کرتے چلے آ رہے ہیں۔

ولا ينكر ذاك الا جاهل او عناد.

یعنی سوائے جاہل مطلق اور عناد پرست کے کوئی بھی ان واقعات کا انکار

نہیں کرتا۔

ان دلائل واقعیہ مجھ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء ختم الرسل ﷺ اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ حاضر ہونے والوں کے سلام و کلام کو سنتے ہیں ان کی حاجت روائی فرماتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کما مر من قبل۔

عثمانی کمپنی کے اقوال کے جوابات

آئیے اب ذرا ڈاکٹر عثمانی کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیں۔ ہم اپنے خدا کو شاہد جانتے ہوئے ان دلائل کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کرتے ہیں۔ اگر آپ بغور مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر غولی واضح ہو جائے گا کہ کس طرح ڈاکٹر موصوف نے کتر بیونت اور تحریف لفظی و معنوی سے کام لے کر اپنا مطلب و مدعا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

- ڈاکٹر عثمانی کی تمام تالیفات میں چند آیات و احادیث ہیں جن کو مختلف انداز میں پیش کر کے اپنے مطلب کے حصول کی ناکام کوشش کی ہے اس کی ہر ایک کتب اس کی دوسری کتاب کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ بناء بریں ہماری یہ کوشش ہوگی کہ موضوع زیر بحث پر کلام کرتے ہوئے ساتھ ساتھ موصوف کی دیگر ریشہ دوانیوں کا بھی جواب ہو جائے۔ اس طرح اس کے تمام کتابچوں کی

ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم
نیز کیا خوب ہے۔

عقل کو تنقید سے فرمت نہیں عشق پر ایمان کی بیاد رکھ

marfat.com

Marfat.com

حقانیت کا نقشہ آپ کے سامنے آجائے گا۔

ان آیات پر علیحدہ علیحدہ تفصیلی کلام سے قبل تھوڑا سا اجمالی اور مجموعی بیان مناسب ہو گا۔ ڈاکٹر مذکور کا ان آیات طیبہ کے ذکر سے جو اصلی مقصد ہے وہ گذشتہ صفحات پر گذر چکا ہے۔ علاوہ ازیں وہاں موت کی کسی قدر تشریح اور اس کا معنی و مفہوم بھی مذکور ہوا ہے۔ اور عثمانی صاحب جیسے نظریات رکھنے والے لوگ عام مسلمانوں کو حیات اور موت کے ظاہری لفظ سے ہی دھوکا دیتے ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ یہاں موت اور حیات کا وہ معنی و مفہوم ذکر کیا جائے جو قرآن و سنت کو مطلوب اور عربی قواعد لغت کے مناسب ہے۔

موت و حیات کا شرعی مفہوم لفظ موت قرآن مجید میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً زمین میں قوت

نمو کا مفقود ہونا۔ حواس کا جاتے رہنا۔ حزن، سکون، نیند اور ابانۃ الروح عن الجسد (جسم سے روح کا جدا ہونا) اور جب ہم کسی انتقال کرنے والے شخص کے لئے موت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے یہی آخری معنی مراد ہوتا ہے اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

انبياء الله لا يموتون بل يتقلون من دار الى دار

(تفسیر کبیر امام ہدای متوفی ۶۰۶ ص ۲۱ ج ۲ ص ۴۱)

یعنی ”اللہ کے نبیوں کو موت (حقیقی) نہیں آتی (موت عادی آتی ہے، اسی لئے تو فرمایا) کہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہو جاتے ہیں“ اور علماء ربانین نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں واضح کیا:

اولياء الله لا يموتون ولكن يتقلون من دار الفناء الى دار

البقاء (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ ج ۳ ص ۳۴۱)

اللہ کے خاص بندوں کو موت کے ہاتھ فنا نہیں کرتے موت کی وجہ سے ان کے حواس اور قوای مدد کہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ اور اچھی ہے۔

زندگی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ پہلے دار فناء میں تھے اب یہاں سے منتقل ہو کر دار بقا کو چلے گئے۔ جہاں نہ خوف ہو گا نہ غم۔ جملہ مفسرین کرام اور علماء لغت نے موت کا یہی معنی کیا ہے۔ کسی بھی کتاب میں اموات کے متعلق موت کا معنی گل سڑ جانا، حواس و مشاعر کا مفقود ہو جانا نظر نہیں آیا بلکہ قرآن مجید میں تو زندہ کفار کو بھی اموات کہا گیا ہے۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ”موتوا قبل ان تموتوا“ بھی متقاضی ہے کہ موت کا یہ معنی بیان کرنا خانہ زاد اخترع ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے قبل کے کسی شاعر کا شعر ملاحظہ ہو۔

لیس من مات فاستراح بمیت

انما المیت میت الاحیاء

جس کو موت آئے اور وہ (دنیاوی کلفتوں سے راحت پا جائے مردہ نہیں بلکہ مردہ تو وہ ہے جو زندہ میں ہوتے ہوئے بھی مردہ ہو یعنی وہ اپنی اس زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر نہیں کرتا۔

علماء تفسیر و لغت نے موت کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

من عمل صالحا من ذکرا و انثی و هو مؤمن فلنحیئنه حیوة طیبہ

یعنی جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے ضرور (مرنے کے بعد) صاف ستھری زندگی عطا کریں گے۔ اس آیت میں ایک تفسیری قول ص ۱۹ پر گذر چکا ہے۔

الموت صفة وجودية خلقت ضد الحياة وباصطلاح
 اهل الحق قمع هوى النفس فمن مات عن هواه فقد
 حسی (تفسیر روح البیان للشیخ اسماعیل حق متوفی ۱۱۳۰ھ ج ۵ ص ۷۶)۔
 موت صفت وجودی ہے جو حیات کی ضد ہے اور اہل حق کی
 اصطلاح میں موت اپنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنا
 ہے۔ سو جو شخص اپنی خواہشات سے دستکش ہو گیا وہ زندگی
 جاوید پا گیا۔

قال العلماء الموت ليس بعدم محض ولا فناء صرف
 وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة
 وحيلولة بينهما و تبدل حال و انتقال من دار الى
 دار (امام سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ شرح الصدور ص ۵)

علماء کرام کا ارشاد ہے کہ موت بالکل نیست و نابود اور مکمل طور پر فنا ہو
 جانے کا نام نہیں بلکہ موت کا مطلب یہ ہے کہ روح لے اور بدن کلبا ہی تعلق منقطع
 اور جدا ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے موت تو بس
 تبدیلی حالت اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

الموت جند یوصل الحبيب الى الحبيب (شرح الصدور ص ۷)۔

۱۔ روح اور حیات میں بہت واضح فرق ہے چند سطور کے بعد بیان ہو گا۔
 ۲۔ اسی لئے تو حضرت بلالؓ کے وصال کے وقت جب ان کی زوجہ محترمہ نے کرب و رنج کا
 اظہار کیا اور کہا داہریا ہ تو حضرت بلالؓ نے فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ افسوس بھرے کلمات نہ
 کہو بل قولی و اطریباہ بلکہ کہو اوہ کتنی تنظیم خوشی کا مقام ہے کیونکہ عذراۃ الاہل الاحیاء محمد و صحبہ۔ کل میں
 اپنے محبوب حضرات، سرور انبیاء علیہ السلام اور آپ کے اصحاب سے جا ملوں گا۔

اور ترجمان حقیقت کہتے ہیں :-

نشان مرد مومن باتو گویم چو نرگ آید تبسم برب اوست

موت کو ایک پل سمجھ لو جو ایک دوست کو دوسرے دوست کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

وان الموت ليس عدماً مطلقاً صرفاً بل هو عدم شئى
مخصوص - (تفسیر روح المعانی للعلامة آلوسی رحمہ اللہ متوفی
۱۲۷۰ھ ج ۲۹ ص ۵۱۳)

موت کا معنی یہ نہیں کہ مرنے والا مکمل طور پر نیست و نابود ہو جاتا ہے
بلکہ موت ایک مخصوص حالت کے معدوم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

حیات

حضرت العلامة القاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مظہری کے
ج ۲۹ ص ۱۸ پر رقم طراز ہیں :

والحياة عن صفات الله تعالى وهي صفة يستتبعها
العلم والقدرة والارادة وغيرها من صفات الكمال
وقد استودعها الله في الممكنات وخلقها فيها على
حسب ارادته واستعداداتها فظهرت في الممكنات
على مراتب شتى.

یعنی حیات اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے جو علم
قدرت، ارادہ اور اس قسم کی دیگر صفات کما یہ کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس کو ممکنات میں ودیعت فرما رکھا ہے اور ان میں اس کی ذاتی
صلاحیتوں اور اپنے ارادہ کے مطابق اسے پیدا فرمایا ہے۔
مشہور درسی تفسیر جلالین میں ہے :

الحیوة وہی مابہ الاحساس ۔

(جلالین ص ۴۶۶ نور محمد اصح المطابع)

یعنی حیات وہ شے ہے جس سے احساس و ادراک حاصل ہوتا ہے۔

بغرض اختصار انہی دو حضرات کے ارشادات پر اکتفاء کرتا ہوں وگرنہ جملہ مفسرین اور علماء لغت کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حیات ایسی صفت ہے جو علم، قدرت، ارادہ، سماع و رؤیت اور دیگر اوصاف کمالیہ کا سبب ہے یہ اوصاف ہیں تو حیات موجود ہے اور اگر یہ اوصاف نہیں تو حیات بھی نہیں اور پھر یہ بھی واضح ہوا کہ روح کا حیات و موت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جسم سے خروج روح، موت نہیں اور نہ ہی جسم میں روح کا پایا جانا حیات مستمرہ کی دلیل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ روح و جسم دونوں سے پاک ہے تو کیا ان دونوں اوصاف کے معدوم ہونے کی بناء پر حیات الہی کا بھی انکار کیا جائے گا۔ ستون حنانہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمانے کی جائے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم منبر پر جلوہ گر ہوئے تو اس کھجور کے پرانے خشک تنے نے چھوٹے بچے کی طرح سسک سسک کر رونا شروع کر دیا اور جب حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ تسلی آمیز کلمات ارشاد فرمائے تو وہ خشک تنہا لکل بچوں کے چپ ہونے کی طرح ہچکیاں لیتا ہوا خاموش ہوا۔

اسی طرح درخت کا یہ سن کر کہ ”رسول اللہ ﷺ تمہیں بلارہے ہیں“ چل کر حاضر ہونا۔ ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا کلمہ پڑھتے ہوئے بول اٹھنا،

علامہ یصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

جانت لدعوتہ الاشجار ساجدة

تمشی الیہ علی ساق بلا قدم

حضور پر نور ﷺ نے بلایا تو اشجار سر تسلیم خم کر کے حاضر خدمت ہو گئے اور وہ بغیر پاؤں کے پنڈلی (تنے) پر چل کر آئے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پتھروں کا صلوة و سلام عرض کرنا۔ حضور پر نور ﷺ کا دور ختوں کو پکڑ کر باہم ملانا، ان کا مل جانا اور پھر مل کر جدا ہونا، اور اپنے اپنے مقامات پر چلے جانا۔ احد پہاڑ کو حضور انور ﷺ کا تنبیہ فرمانا کہ ملنے سے رک جاؤ اور پہاڑ کا جھومنے سے رک جانا۔ ایسے واقعات صحیحہ ہیں جن سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حیات کے لئے روح کا پایا جانا ضروری نہیں۔ البتہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عادت (طریقہ کار) یہ ہے کہ حالت عمومی روح ہی سبب حیات ہوتی ہے۔ روح نفس حیات نہیں۔ دیکھئے سوئے ہوئے آدمی کی روح نہ جانے کہاں کہاں سیر کر کے آجاتی ہے لیکن حیات پھر بھی موجود رہتی ہے تو اس لحاظ سے جسم سے روح کا نکل جانا موت نہیں۔ اور اوپر گزرا کہ موت کا معنی ابانۃ الروح عن الجسد (جسم سے روح کا خارج اور جدا ہونا) ہے اور اس معنی کے لحاظ سے موت تمام نوع بشر کو شامل ہے۔ سو سب کی روح ایک مرتبہ جسم سے ضرور جدا ہوگی، تو اس طرح ان دونوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن ذرہ برابر غور سے یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔ حیات و موت دونوں کی دو قسمیں ہیں :

(۱) حیات و موت عادی : یعنی روح کا جسم کے اندر موجود یا معدوم ہونا کیونکہ روح سبب حیات ہے اور عادی سبب سبب پر ہی موقوف ہوتا ہے سو روح کی موجودگی حیات عادی کی موجودگی ہوگی اور روح کے نہ ہونے کی وجہ سے موت عادی واقع ہو جائے گی۔

(۲) حیات و موت حقیقی : یعنی جس میں اور اکات، حواس، مشاعر کا ختم ہو جانا حقیقی معنی میں موت ہے۔ کیونکہ یہ احساسات سبب ہیں حیات کا، تو جب یہ احساس ہی نہ رہا حیات حقیقی نہ رہی اور حیات حقیقی نہ ہونے کی وجہ سے موت حقیقی متحقق ہو گئی۔

مختصر یہ کہ ان آیات کے بموجب تمام ممکنات اور جملہ مخلوقات پر موت بمعنی خروج روح از جسم ضرور آئے گی سو یہ موت حقیقی نہیں بلکہ عادی ہے۔ پس حیات حقیقی میت میں موجود رہتی ہے اور بعدہ جسم میں روح کے دوبارہ آجانے کی وجہ سے حیات عادی بھی ثابت ہو گئی اور انبیاء کرام کی یہ حیات مستمرانہ اور دائمالبدار رہتی ہے۔ لیکن عوام کی حیات عادی میں انقطاع ممکن ہے۔ البتہ حیات حقیقی باقی رہے گی اور اسی حیات حقیقی سے میت کو ادراک و شعور اور احساسات نصیب ہوتا ہے۔ قبر میں تنہم لے و تعذب کا احساس بھی اسی حیات کی وجہ سے ہے اور اگر حیات کا ہی انکار کر دیا جائے تو یہ عذاب و ثواب قبر کیسے ممکن ہو گا؟ ہمارے اس دعوے کی مزید تقویت و تائید امام زر قانی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے :

وقد ثبت ان اجساد الانبياء لا تبلى و عود الروح

الى الجسد ثابت فى الصحيح لسائر الموتى فضلا

عن الانبياء.

یعنی یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کوئی گزند نہیں پہنچتا اور روح کا بدن کی طرف لوٹنا تو تمام مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کی شان بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

ان الفاظ کے ذکر سے ہمارا مقصد صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ روح و حیات میں فرق ہے اور ان دونوں کا لزوم عقلی نہیں عادی ہے۔ یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ روح ہوگی تو حیات ہوگی لیکن کبھی کبھی بغیر روح کے بھی حیات پائی جاتی ہے۔ کیونکہ روح حیات کے لئے سبب ہے۔ اور اللہ کی عادت و سنت یہ ہے کہ اس

۱۔ مسلسل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

۲۔ حصول نعمت اور عذاب

عالم میں اشیاء کو ان کے اسباب کے ذریعے قائم فرماتا ہے۔ لیکن وہ قیوم و قدیر بغیر سبب کے بھی مسببات کو قائم کر سکتا ہے۔ مثل خلق آدم و حوا و عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جب روح و حیات میں تلازم حقیقی نہیں تو جسم سے مجرد خروج روح موت حقیقی نہیں بلکہ موت عادی ہے جو حیات حقیقی کے منافی نہیں۔ جب یہ بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی تو اب ذہن نشین کر لیجئے۔

عثمانی اینڈ کمپنی نے جتنی بھی آیات و احادیث اور اقوال صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذکر کئے ہیں۔ ان سب میں موت سے یہی موت عادی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر موت عادی ہر فرد بشر کو آئے گی کیونکہ اس موت کے بغیر عالم برزخ کے احکام و اوصاف متحقق نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ آیات ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ ہم اس موت عادی و طاری کے وقوع کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیگر مخلوق کی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی یہ موت آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق ان کی ارواح واپس ان کی اجساد مطہرہ میں لوٹا دیں اور اسی طرح ان کو حیات حقیقی جسمانی بھی حاصل ہو گئی۔ اور غالباً انبیاء کرام اور عوام الناس کی موت میں اسی فرق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ”انک میت و انہم میتون“ میں حضور اکرم ﷺ کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ انک و انہم میتون بھی کہا جاسکتا تھا کہ اس کا بھی

بلکہ یہ آیات عثمانی صاحب کی ”مبلغ علم“ کی وضاحت کر رہی ہیں کہ جناب کو یہ تک پتہ نہیں چلا کہ ان آیات میں موت سے موت عادی مراد ہے حقیقی نہیں۔ ناظرین! دیکھئے شہید کو بھی موت آتی ہے آپ اسے مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی اور حیات کو نہایت تاکید و انداز میں ذکر کیا ہے۔ یہاں تک فرمادیا کہ ان کو مردہ تصور بھی نہ کرو۔ سو واضح ہوا کہ یہاں حیات سے حیات حقیقی مراد ہے۔ اور موت سے مراد عادی و عارضی موت ہے۔ منہ غفر لہ ۱۲

یہی معنی بنتا ہے۔ لیکن آخر کوئی خاص فرق ہے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے سرور انبیاء ﷺ کی موت کو علیحدہ ذکر فرمایا اور کفار مکہ کی موت کو علیحدہ۔ اگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کی موت کا ایک ہی معنی و مفہوم ہو تا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں تطویل بے جا سے لازماً اجتناب فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ میں مجموعی طور پر ذکر فرما دیتا جس طرح کہ اس سے متصل آیت ”ثم انکم يوم القيامة عند ربکم تختصمون“ میں بر بنائے اتحاد مضمون دونوں کو ایک ہی آیت میں جمع فرما دیا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں موت عادی کے وقوع کے منکر نہیں بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موت آئی لیکن اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح شریفہ کو ان کے اجساد مبارکہ میں لوٹا کر انہیں حیات حقیقی جسمانی مثل دنیوی سے نوازا۔ جیسا کہ صفحات سابقہ میں گذرا کہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایک دفعہ موت آنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا نہیں فرمائی گئی اور یہ کہ موت کی وجہ سے ان کے ادراکات و احساسات اور شعور بالکل مفقود ہو کر رہ گئے ہیں اور ہم نے تو ان صفحات میں آیات مقدسہ اور احادیث طیبہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حیات حقیقی تو حاصل رہتی ہی ہے مزید برآں اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو ان کے اجساد کی طرف لوٹا کر حیات جسمانی مثل دنیوی عطا فرما دیتا ہے انہی آیات و احادیث کی روشنی میں علماء کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں اس عقیدہ کی تشریح کی ہے۔

۱۔ صد افسوس کہ عثمانی صاحب نے قرآن مجید کی آیت کے برعکس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کی موت میں کوئی فرق نہ رکھا بلکہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی عوام الناس کے حق میں بھی درست نہیں۔

قال قرطبي نقلا عن بعض مشائخه الموت ليس بعدم
محض بنسبة الانبياء عليهم السلام و الشهداء
فانهم موجودون احياء وان لم نرهم
(حاشية حياة الانبياء للبيهقي)

وقال الشيخ تقي الدين السبكي حياة الانبياء
والشهداء في القبر كحيا تهم في الدنيا ويشهد له
صلوة موسى عليه السلام في قبره فان الصلوة
تستدعي جسد احيا و كذلك الصفات المذكورة
في الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات الاجسام
(انبياء الاذكياء ص ۶۱)

حضرت قرطبي اپنے بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انبیاء
کرام اور شہداء عظام کے لحاظ سے موت محض معدوم ہونے
کا نام نہیں، بے شک وہ زندہ موجود ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں
دیکھ پاتے حضرت علامہ تقي الدين سبكي نے فرمایا کہ انبیاء و
شہداء کو قبر میں ویسی زندگی حاصل ہے جیسی دنیا میں تھی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز ادا کرنا اس پر شاہد
ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو مقتضی ہے اور اسی طرح وہ صفات
جو شب معراج انبیاء کرام کی بارے میں مذکور ہیں تمام کی
تمام اجسام کی صفات ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ امام بیہقی متوفی ۷۵۸ھ کی
تصنیف کتاب الاعتقاد کے حوالے سے فرماتے ہیں :

الانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء
 عند ربهم كالشهداء. (انباء الاذكياء ص ۵۱)
 انبياء کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے اجسام کی طرف لوٹادی
 گئیں سو وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اسی طرح شہداء بھی۔
 علامہ ابن حجر مکی متوفی ۸۰۷ھ رآس التصوفین ابن عربی کے حوالے
 سے ذکر کرتے ہیں :

لانه وسائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد
 ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف
 في الملكوت العلوي والسفلي. (فتاویٰ حدیثیہ)
 یعنی (حضور اکرم ﷺ کی زیارت مع روح و جسم اصل نصیب ہونا
 ناممکنات میں سے نہیں) کیونکہ آپ اور دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
 ارواح مبارکہ قبض کرنے کے بعد دوبارہ انہی اجساد مطہرہ کی طرف لوٹادی گئیں
 اللہ تعالیٰ نے انہیں اذن عطا فرما رکھا ہے کہ اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی
 و سفلی (عالم بالا و زیریں) میں تصرف کرتے رہیں۔
 انباء الاذکیاء ص ۵۲ پر مذکور ہے :

موت الانبياء انما هو راجع الى ان غيوا عنا بحيث لا
 ندرکهم وان كانوا موجودين احياء
 یعنی انبیاء کرام کی موت کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری
 نگاہوں سے اوچھل ہو گئے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ یہی بات علامہ ابن قیم
 نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے ص ۵۴ پر ذکر کی ہے۔
 امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ ان تمام آیات، احادیث

اور ارشادات کا نہایت ہی عمدہ خلاصہ بیان فرماتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے
مگر ایسی کہ فقط آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پر نور بھی روحانی ہے

ہمارے اس مجموعی بیان سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ ڈاکٹر عثمانی
اینڈ کمپنی کی طرف سے پیش کردہ آیات طیبات اور ان کے عقیدہ میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔ اب ذرا ان آیات طیبہ پر علیحدہ علیحدہ گفتگو عرض ہے۔

انک میت وانهم میتون ثم انکم یوم القیامة عند ربکم

تختصمون۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ آپس میں ایک دوسرے کو یوں
تسلایا دیا کرتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) کا دین چند دن کی بات ہے۔ اور اولاد نرینہ
بھی نہیں سو جب ان کو موت آجائے گی تو ہم ان کی اس تبلیغ سے محفوظ ہو جائیں
گے وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی کہ اے حبیب! بے شک آپ کو بھی انتقال کرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں
گے پھر قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کرو
گے۔ یوں تو نہیں کہ آپ کو تو موت آئے اور یہ بچ جائیں اور دندنا تے پھریں کہ

یہی سمجھ کر خوش ہوتے پھرتے ہیں۔ اس آیت میں نبی کریم رؤف رحیمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی موت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور اسی بات کی وضاحت کے لئے حضور اکرم ﷺ کو علیحدہ خطاب فرمایا گیا اور کفار کی موت کا الگ سے ذکر ہوا اور کفار کے اسی نظریے کی تردید کے لئے یہ آیت بھی نازل فرمائی :

وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ايان مت فهم

الخالدون كل نفس ذائقة الموت

یعنی ہم نے آپ سے قبل بھی دنیا میں کسی بشر کے لئے دوام نہیں بنایا اگر آپ اس دنیا سے انتقال کر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر ذی روح نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں :

وما خلدنا احدا من بنی آدم یا محمد قبلک فی الدنیا

فما خلدک فیہا۔ (تفسیر طبری ج ۱ ص ۲۴)

ومثله فی سائر التفاسیر الشریفة

معلوم ہوا کہ اس آیت کا مدلول صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ و تشریعیہ کے مطابق اس دنیا میں کسی کو دایما خالد الابد نہیں رہنا بلکہ یہ دنیا چھوڑ کر دار آخرت کو اختیار کرنا ہے۔ یہ کسی بھی لفظ سے مترشح نہیں کہ موت فناء محض اور کلیۃ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے اور یہ کہ میت کو کوئی اور اک و شعور حاصل نہیں۔ عثمانی صاحب نے سورہ النحل کی آیت :

والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شینا وهم

یخلقون اموات غیر احياء وما یشعرون ایاں یشعرون

اپنے مختلف کتابوں میں اپنے عقیدہ مذمومہ کے اثبات کے لئے ذکر کی ہے۔ موصوف نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اور اس پر جو حاشیہ چڑھائی کی ہے وہ ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اور بعد میں اس آیت کے بارے میں جملہ مفسرین کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے گا۔ عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

والذین يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا و هم
يخلقون اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون
(سورۃ النحل آیہ ۲۰-۲۱)

ترجمہ : اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ
(حاجت روائی) کے لئے پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق
نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ موت کے بعد وہ بالکل مردہ
ہیں ان میں جان کی رمت تک باقی نہیں ہے انہیں اپنے متعلق
بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے
جائیں گے)۔ (النحل آیت ۲۰-۲۱)

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب
وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمت تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع
اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل
کشائی کے لئے پکارا گیا ہے اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس
کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی
رمت تک باقی نہیں رہتی۔

ناظرین کرام! ڈھٹائی کی حد ہو گئی کہ تمام مفسرین کرام اور علماء امت

اس آیت لہ کو بتوں کے بارے میں واضح کریں (اس سے ما قبل آیات میں بھی بتوں کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے سو اسلوب قرآنی کے لحاظ سے بھی یہ آیت بتوں ہی کے بارے میں ہے) اور عثمانی صاحب قرآنی سیاق و سباق اور جملہ علماء امت کے اقوال کو بالائے طاق رکھ کر اس آیت کو اللہ کے برگزیدہ رسولوں، نبیوں اور اولیاء کرام پر چسپاں کریں۔ ملاحظہ فرمائیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تفسیری اقوال۔

اس بات کی طرف بھی توجہ رکھئے کہ میں نے اپنی اس تحریر میں جملہ حضرات علماء کرام علیہم الرحمۃ کے سنن وفات ذکر کر دیئے ہیں۔ تاکہ آپ یہ جان سکیں کہ یہ عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں بلکہ ابتداء سے ہی امت مسلمہ کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ نیا عقیدہ تو ان بدعتیوں کا ہے جس کی نظیر بارہویں صدی کے وسط سے قبل نہیں ملتی۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی ۳۲۰ھ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

يقول تعالى ذكده: واوثانكم الذين تدعون من دون
الله ايها الناس آلهة لا تخلق شيئا وهي تخلق فكيف
يكون الهاما كان مصنوعا مدبرا لا تملك لانفسها
نفعا ولا ضررا موات غير احياء وما يشعرون ايان
يبعثون (۲۱) يقول تعالى ذكره لهؤلاء المشركين
من قريش والذين تدعون من دون الله ايها الناس

۱۔ بتوں کے بارے میں وارد آیات کو محبوبان بارگاہ الوہیت پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ اور بڑا گناہ ہے اپنی عقل ہی سے سوچنے کہ حق کو باطل کے مساوی کہنے سے زیادہ بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہوگا۔

(اموات غیر احیاء) وجعلها جل ثناء ہ امواتا غیر
احیاء اذا كانت لا ارواح فيها كما حدثنا بشر قال
حدثنا يزيد، قال سعيد عن قتاده قوله (اموات
غیر احیاء وما یشعرون ایاں یبعثون) وہی ہذہ
الاوثان الی تعبد من دون اللہ اموات لا ارواح فیہا
ولا تملک لا ہلہا ضرا ولا نفعاً..... وقولہ (ما یشعرون)
یقول وما تدری اصنامکم الی تدعون من دون اللہ متی
تبعث وقیل انما عنی بذلک الکفار انہم لا یدرون متی
یبعثون (تفسیر طبری ج ۱۴ ص ۹۳، ۹۴)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو
اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم جن اور بتوں کو اپنا الہ کہہ کر پکارتے ہو
وہ کسی شے کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں سو وہ
تمہارے اپنے تراشیدہ بت جو اپنی ذات کے نفع و نقصان کے
مالک نہیں، الہ کیسے ہو سکتے ہیں اور اے مشرکین قریش مکہ
تمہارے یہ معبود ان باطلہ اموات ہیں احیاء نہیں یعنی وہ
جمادات ہیں اور ان کے اندر روح نام کی کوئی شے نہیں۔ امام
طبری فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد بشر نے ان کو ان کے
استاد یزید نے بتایا اور انہیں ان کے استاد سعید نے، حضرت
قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت اموات غیر احیاء
وما یشعرون ایاں یبعثون (یہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور
انہیں معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے) کی تفسیر یہ

بتائی کہ یہ آیت یوں کے بارے میں ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے کیونکہ وہ مردہ ہیں نہ تو ان میں ارواح ہیں۔ اور نہ ہی وہ اپنے پرستاروں کو ضرور نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وما يشعرون (اور انہیں شعور نہیں) سے مراد یہ ہے کہ اے کفار تمہارے یہ بت جنہیں اللہ کے مقابلہ میں تم پکارتے ہو انہیں یہ شعور تک نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد کفار بذات خود ہیں کہ انہیں اپنے اٹھائے جانے کا علم نہیں۔

درس نظامی کی مشہور تفسیر انوار التذیل و اسرار التاویل میں امام بیضاوی رحمہ اللہ متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں :

(والذين تدعون من دون الله) ای والالهة الذين تعبدونهم من دونه وقرأ ابوبکر يدعون بالياء وقرأ حفص ثلاثها بالياء (لا يخلقون شيئا) لما نفى المشاركة بين من يخلق ومن لا يخلق انهم لا يخلقون شيئا لينتج انهم لا يشاركونه ثم اكد ذلك بان اثبت لهم صفات تنافي الالهية فقال (وهم يخلقون) لا نهم ذوات ممكنة مفتقرة الوجود الى التخليق والاله ينبغي واجب الوجود (اموات) هم اموات لا تعتر بهم الحياة او اموات حالا واما لا (غير احياء) بالذات ليتنا ول كل معبود والاله ان يكون

حيابالذات لا يعتديه الممات (وما يشعرون ايان
يعتثون) ولا يعلمون وقت بعثهم عبادتهم فكيف
يكون لهم وقت جزاء على عبادتهم^۱

(والذين تدعون من دون الله) اس آیت کی تفسیر یہ ہے
کہ تدعون یہاں تعبدون کے معنی میں ہے سو آیت کا مطلب
یہ ہے کہ وہ معبود ان باطلہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ
عبادت کرتے ہو وہ کسی چیز کے خالق نہیں اور اس کی تاکید
کے لئے پھر ایسی صفات ذکر کیں جو الوہیت کے منافی ہیں سو
فرمایا وہم مخلوقون کہ یہ بت خود مخلوق ہیں اور گھڑے گئے ہیں
سو وہ خالق اور معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ایسی اشیاء ہیں جو
بذات خود ممکن ہیں اور اپنے وجود کے لئے کسی کی تخلیق کی
محتاج ہیں جبکہ معبود تو وہ ہوتا ہے جو بذات خود واجب الوجود
ہو۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بت تو اموات ہیں
جن کو زندگی کبھی نصیب ہی نہ ہوگی۔ جمادات ہیں اور انہیں
یہ بھی معلوم نہیں کہ کب وہ انھیں گے اور نہ ہی انہیں یہ
معلوم کہ ان کے یہ پجاری کب قبروں سے انھیں گے کہ پھر
ان کو ان کی عبادت کی کوئی جزا اور بدلہ دیں۔

امام جلیل ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۱۷ھ فرماتے ہیں :

(لایخلقون شیئا) ای لا یقدرون علی شیء (وہم
یخلقون اموات غیر حیاء) ای ہم اموات یعنی

(تفسیر البیضاوی ص ۱۷۸)

الاصنام لا ارواح فيها ولا تسمع ولا تبصر اي هي
جمادات فكيف تعبدونها وانتم افضل منها بالحياة .
(وما يشعرون) يعني الاصنام (ايان يبعثون) (الجامع
لاحكام القرآن لآلئ عبد الله محمد بن احمد الانصاري القرطبي، الجزء
العاشر سورة النحل ص ۹۴)

(لا يخلقون شيئا) يعني وہ کوئی چیز بنانے پر قدرت نہیں
رکھتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں مردے بے جان یعنی وہ مردے
ہیں اس سے مراد بت ہیں جن میں روح نہیں ہے نہ تو سنتے
ہیں اور نہ ہی دیکھتے ہیں یعنی وہ جمادات ہیں تو پھر تم ان کی
کیونکر پوجا کرتے ہو حالانکہ تم ان سے حیات کی وجہ سے
افضل ہو اور وہ یعنی بت یہ تک شعور نہیں رکھتے کہ انہیں
کب اٹھایا جائے گا۔

امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ متوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں
رقم طراز ہیں :

(والذين تدعون من دون الله) يعني الاصنام التي
تدعونها الهة من دون الله (لا يخلقون شيئا وهم
يخلقون) (اموات) اي جمادات ميتة لا حياة
فيها (غيرا حياء) يعني كغيرها (وما يشعرون)
يعني هذه الاصنام (ايان يبعثون) يعني متى يبعثون.

(تفسير الخازن ج ۳ ص ۱۱۱)

امام اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۵ھ اس آیت کی یوں تفسیر

فرماتے ہیں :

ثم اخبر ان الاصنام التي يدعونها من دون الله لا
يخلقون شيئا وهم يخلقون كما قال الخليل
(اتعبدون ما تنحتون؟ والله خلقكم وما تعلمون)
وقوله (اموات غير احياء) اي هي جمادات لا ارواح
فيها فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل (وما يشعرون ايان
يعثون) اي لا يدرون متى تكون الساعة فكيف
يرتجى عند هذه نفع او ثواب او جزاء انما يرجى
ذلك من الذي يعلم كل شيء وهو خالق كل شيء

(تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۵۶۳)

حضرت علامہ الشیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۳۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں :-

(والذين يدعون) اي والآلهة الذين يعبدهم
الكفار والدعا بمعنى العبادة في القرآن كثير

(تفسير روح البیان ج ۵ ص ۲۳)

مفسر کبیر فاضل شہیر علامہ سید محمود اکوسی (والذين يدعون)
شروع فی تحقیق
بغدادی متوفی ۱۳۵۰ھ رقم فرماتے ہیں ان الهتهم بمعزل

عن استحقاق العبادة و توضيحه بحيث لا يبقى فيه
شائبة ريب بتعداد احوالها المنافية لذلك منافاة
ظاهرة و كانها انما شرحت مع ظهورها للتنبيه على
كمال حماقة المشركين وانهم لا يعرفون ذلك الا

بالتصريح اى والا لہة الذين تعبدونہم ايہا الکفار
(من دون اللہ) سبحانہ (لا یخلقون شیئا) من الا شیاء
اصلا اى لیس من شأنہم ذلك وجوزان من
اولئك المعبودین الممکة علیہم الصلوۃ والسلام
وکان اناس من المخاطبین یعبدونہم لا یرد علیہا
الموت وجوزفی قرأۃ (والذین یدعون) بالباء آخر
الحروف ان یكون الاموات هم الداعین واخبر عنہم
بذلك تشبیہا لہم بالاموات لكونہم ضلالا غیر
مہتدین، ولا یخفی ما فیہ من البعد (مما یشعرون ایاں
یبعثون) الضمیر الاول للالہة والثانی نعبرتہا .

(تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۲۰ جزء ۱۴)

ان جلیل القدر اور مستندائمہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ان فرمودات
سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :

- (۱) ان آیات کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں۔
- (۲) تدعون سے مراد پکارنا نہیں بلکہ عبادت کرنا ہے۔
- (۳) من دون اللہ کے مصداق اللہ کے انبیاء کرام، رسل عظام یا اولیاء ذوی
الاحترام نہیں بلکہ وہ بت ہیں جنہیں وہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے تراشا
کرتے تھے۔

(۴) اموات سے مراد یہ ہے کہ ان دعویٰ میں روح نہیں اور غیر احیاء نے اسی کی تاکید
بیان کی کہ اس دنیا میں دیگر زندہ مخلوقات کی طرح ان میں روح آہی نہیں سکتی۔

(۵) اور مبعوث ہونے کا عدم شعور بھی ان باتوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس آیت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء و صلحاء کے ادراک و شعور کی نفی نہیں ہے۔

ان آیات کا مصداق ملائکہ (جن کو اس زمانے میں بعض لوگ پوجتے تھے) بطریق ضعیف بتتے ہیں۔ لیکن یہ جمہور مفسرین اور اسلوب قرآنی کے خلاف ہے۔ ان آیات کے بارے میں تیسری صدی ہجری سے لے کر بارہویں صدی تک کے علماء کرام اور مفسرین عظام کے متفقہ اقوال ملاحظہ فرمانے کے بعد ایک دفعہ پھر عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی پڑھیں اور تفاوت راہ ملاحظہ فرمائیں ساری امت اور ائمہ و مفسرین ایک طرف اور یہ حضرت ایک طرف۔ غور کیجئے کہ کیا اس ذات شریف کے بیان کردہ ترجمہ کا کوئی ایک لفظ بھی ان مفسرین کے فرمودات کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے۔ بس ایک اپنا ہی نظریہ ہے جسے ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات میں معنوی تحریف کی جا رہی ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی یہ شان بھی بیان فرمائی ہے بضل بہ کثیرا ویبہدی بہ کثیرا اس قرآن کریم میں معنوی تحریف کا ارتکاب کر کے کئی گمراہ ہوتے ہیں اور کثیر تعداد اس سے ہدایت بھی حاصل کرتی ہے۔

عثمانی صاحب کی قرآن مجید میں تحریف معنوی اور خود غرضانہ تشریح کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے موصوف نے سورۃ مؤمنون کی ۱۰۰ ویں آیت میں سے صرف چند الفاظ منتخب کر کے ان کا ایسا معنی بیان کیا ہے جو نہ دیکھا نہ سنا۔ ملاحظہ ہو :

ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون ۵

اب ان سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے

دوسری زندگی کے دن تک۔

ناظرین کرام! فیصلہ کرنے کی گھڑی آن پہنچی۔ عثمانی صاحب کی کتروبیوت ملاحظہ کرنے کے بعد پوری آیت اور ترجمہ ملاحظہ فرما کر جان لیجئے کہ جو شخص اپنی ذاتی اور نفسانی خواہشات کی خاطر قرآن مجید میں خیانت کرنے سے نہیں چوکتا۔ اس کے باقی اقوال اور تحریریں کہاں تک مبنی بر صداقت ہوں گے۔ خیر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے :

حتى اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون ۵ لعلی

اعمل صالحا فيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن

وراءهم برزخ الی یوم یبعثون ۵ (مومنون۔ ۹۹، ۱۰۰)

یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو وہ

(بصد حسرت) کہے گا میرے مالک مجھے دنیا میں واپس بھیج

دے شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں جسے میں ایک بار

چھوڑ آیا ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک (نغو) بات ہے جو وہ

کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے۔ اس دن تک جب وہ

دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

تمام مفسرین کرام نے یہی معنی^۱ بیان فرمایا ہے بغرض اختصار صرف دو

مستند و متداول تفسیروں کے اقتباس ملاحظہ ہوں۔

(برزخ) حائل بینہم و بین الرجوع الی الدنیا (الی یوم

یبعثون) لم یردانہم یرجعون یوم البعث (تفسیر نسلی متوفی ۱۰۷۵ھ)

۱۔ آپ بذات خود کوئی بھی مترجم قرآن مجید لے کر دیکھ لیں کوئی سا بھی ترجمہ و تفسیر ہو انشاء اللہ اس

میں یہی معنی و مفہوم ہو گا جو ہم نے پیش کیا۔ منہ غفرلہ

برزخ کا معنی ہے حائل، رکاوٹ جو ان کے اور دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنے کی ان کی خواہش کے درمیان ہوگی۔ الی یوم یبعثون کا یہ مطلب نہیں کہ اٹھائے جانے کے دن ان کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے گا۔

(من وراٰنہم برزخ) ای من امامہم ومن بین ایدیہم
حاجز (الی یوم یبعثون) معناه ان بینہم و بین الرجعة
حجابا و مانعا عن الرجوع و هو الموت و لیس
المعنی انہم یرجعون یوم البعث و انما ہوا قنات کلی
لما علم انہ لا رجعة یوم البعث الا الی الآخرة

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۱۱)

(من وراٰنہم برزخ) کا مطلب ہے کہ ان کے سامنے اور آگے ایک رکاوٹ ہے جو ان کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک رہے گی پوری آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے اور دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کے درمیان ایک حجاب اور مانع یعنی موت موجود ہے (موت آجانے کی وجہ سے اب دنیا میں ان کا عرصہ قیام ختم ہو چکا ہے سو ان کا دوبارہ دنیا کی طرف لوٹایا جانا ممکن ہے) اس آیت سے یہ مراد نہ لیا جائے کہ وہ یوم نشرو حشر دنیا کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے بلکہ (قیامت تک کہہ کر) ان کو بالکل مایوس اور ناامید کرنے کے لئے انہیں بتادیا کہ یوم نشور بھی رجوع آخرت کی طرف ہی ہوگا دنیا کی طرف نہیں۔ پوری آیت مع ترجمہ و تفسیر آپ نے ملاحظہ فرما کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب کفار موت کے فرشتوں کو دیکھیں گے اور ان کو اپنی عاقبت اور انجام نظر آئے گا تو کہیں گے کہ یا اللہ ہمیں موت پسند نہیں بلکہ ہمیں دنیا میں کچھ عرصہ اور رہنے کا موقع دیا جائے ہم اب کبھی بھی برے اعمال کا ارتکاب اور غلط نظریات کا پرچار نہ کریں گے لیکن ارشاد ہو

گا کہ یہ حسرت اب تیرے دل میں ہی رہے گی اور پھر قیامت کے دن تک دنیا کی طرف لوٹائے جانے کے درمیان اور اس مردے کے درمیان ایک رکاوٹ پیدا ہو جائے گی اور قیامت کے دن تو دنیا کی طرف بھیجے جانے کی بجائے آخرت ہی کی طرف دھکیلا جائے گا۔

اس آیت کے کون سے لفظ میں حیات النبی ﷺ کا انکار اور ان کی وفات و موت کا وہ اقرار پوشیدہ ہے جس پر عثمانی صاحب بضد ہیں اور ستم ظریفی کی بھی انتہاء نہ رہی کہ کفار کے بارے میں وارد آیت کو انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ پر منطبق کر دیا و نعوذ باللہ تعالیٰ منہ الف الف مرآت۔

عثمانی اور اس کے ہم مشربوں کے بارے میں اپنے دل میں کوئی فیصلہ اسی صورت حال کو جان کر ثابت کر لیجئے کہ وہ آیات جو باتفاق مفسرین بتوں اور کافروں کے بارے میں ہیں ان کو یہ لوگ سید الکونین رحمۃ للعالمین باعث تخلیق کائنات علیہ التحیات والتسلیمات پر وارد کر کے کون سا مخفی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ اور طرز عمل ہونا چاہئے۔

عثمانی صاحب اور ان کے ہموا اپنے دعویٰ کی تائید میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وہ خطبہ بھی ذکر کرتے ہیں جو آپ نے بوقت وصال نبی ﷺ ارشاد فرمایا اور پھر اس پر بعینہ اسی طرح حاشیہ چڑھائی کی ہے جس طرح کہ مسطورہ بالا آیات طیبہ میں۔

کتب حدیث و سیر میں یہ خطبہ بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے :

فجاء ابوبکر فکشف عن رسول الله ﷺ فقبله فقال

بابی انت وامی طبت حیاً ومیتاً والذی نفسی بیدہ

لا ینذیک الله الموتین (بخاری ص ۵۱۷) اور ص

۴۰، ۱۴۴ پر ان الفاظ کا اضافہ ہے واما الموتۃ التي کتبت

علیک فقد متھا۔

یعنی حضرت ابو بکرؓ حاضر ہوئے چہرہ اقدس سے پردہ ہٹایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی زندگی اور موت دونوں نہایت اچھی تھیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آچکی۔

یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وہ ارشادات جن سے عثمانی برادران نے یہ ثابت کیا ہے کہ ”آپ (ﷺ) قبر میں زندہ کئے جائیں اور قیامت کے دن پھر موت آئے یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ اس دنیا میں پھر زندہ ہو جائیں گے اس کا مکمل رد ہو گیا“

ناظرین کرام ان لوگوں نے فہم جو قلم گھسائی کی ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خطبہ میں اس کا شائبہ تک نہیں بلکہ الٹا عثمانی صاحب کے منفرد مسلک کی تکذیب اور ہمارے مذہب مہذب کی تائید و تصدیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لا یدیفک اللہ الموتین میں موجود ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ پر یہ بات واضح کی اے عمر تمہارا یہ کہنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت نہیں آئی یہ درست نہیں۔ موت کوئی ایسی چیز تو نہیں جو کہ آپ کی شان نبوت کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ و تشریعیہ کے پیش نظر آپ کو موت آچکی ہے اور موت کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نزدیک وہی معنی ہے جو سابق صفحات میں گزرا اور یہ کہ اس موت عارضی و عادی کے بعد حضور اکرم ﷺ کو حیات حقیقی و

جسمانی عطا فرمادی گئی ہے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عقیدہ یہ نہ ہوتا تو پھر آپ کے اسی عمل اور وصیت کو جو گذشتہ صفحات نمبر ۴۵ تا ۷۸ پر تفصیل سے گذرے کیا نام دیں گے؟ کیا آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات کے بارے میں یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ان کا ساری زندگی کا عمل، طریق کار اور وقت انتقال کی وصیت آپ کے عقیدے کے خلاف تھی۔ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نبی معظم ﷺ کی موت کے بارے میں وہی نظریہ تھا جو ساری امت کا عقیدہ ہے۔ نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں یہ رائے رکھنا کہ آپ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ تھا، اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ آپ نے اسی خطبہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ ایک موت جو آپ کے لئے لکھی ہوئی تھی وہ آچکی اس ارشاد صدیقیؓ کی وضاحت علماء اسلام رحمہم اللہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

محدث جلیل حضرت الشیخ احمد بن علی المعروف بابن حجر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

فاخبر انه اکرم علی الله من ان یجمع علیہ موتین
کما جمعہما علی غیرہ کالذین خرجوا من دیارہم
وہم الوف وکالذی مر علی قریۃ

(فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۶۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے مزید اضافہ کیا ہے:

اولا نہ یحیا فی قبرہ ثم لا یموت۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۲ ص ۷۶، ۷۷)

اور حافظ الملت محدث عظیم حضرت الشیخ بدرالدین محمود بن احمد عینی
حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں :

وقال الداؤدی ای لایموت فی قبره مودة اخرى

(عمدة القاری شرح بخاری ج ۱۸ ص ۷۲)

ان مسلم و مستند اور جلیل القدر محدثین کے ان ارشادات سے یہ معلوم
ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ جملہ ارشاد فرما کر حقیقت میں یہ خبر دی کہ
آپ ﷺ کا مرتبہ و مقام اللہ کے ہاں کہیں بلند ہے اس بات سے کہ وہ آپ پر دو
موتوں کو جمع کرے جس طرح کہ بعض دیگر پر دو موتیں آئیں مثلاً علاقہ واسطہ کے
وہ ہزاروں مکین جو طاعون کی وجہ سے اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن حکم الہی ان
کو موت آگئی اور وہ سارے بغیر دفن کے یوں ہی پڑے رہے اتفاقاً حضرت حزقیل
علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو
زندہ فرما دیا تھا۔ اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہنے کے بعد ان کو دوبارہ موت آئی یا
وہ ذات مقدس جس کا ایک ویران بستی سے گذر ہوا تو انہوں نے دل میں سوچا
کہ ان کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی موت دے
دی اور بعد ازاں زندہ کیا (اس طرح ان پر دو موتوں کا اجتماع ہو گیا) یا اس ارشاد
صدیقی کا یہ مطلب ہے کہ اس موت کے بعد قبر میں آپ ﷺ زندہ کئے جائیں
گے تو بعد ازیں موت نہیں آئے گی۔ یہیں تفاوت راہ از کجاست تاجا۔

عثمانی صاحب اس خطبہ صدیقی کے آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں
اسی طرح حدیث کی کتابوں میں بے حساب صحابہؓ اور صحابیاتؓ سے نبی کی
موت کی تصدیق ان الفاظ میں موجود ہے :۔ مات . قبض خرج من الدنيا
وغیرہ مگر کسی کتاب میں کسی صحابیؓ سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں ہے

اور نہ کسی محدث نے وفات نبی ﷺ کے بات کے بعد حیات النبی بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد ان کی زندگی) کا باب ہی مقرر کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی کی اس تحریر کا ابتدائی حصہ ہمارے مذہب کی تنکیر کی بجائے تصدیق کر رہا ہے اور ہمیں بتا رہا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات بعد الممات بہت سے صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے کیونکہ موت کی تشریح اور اس کا لغت عربیہ میں معنی و مفہوم پہلے ذکر ہو چکا ہے قبض کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ کی روح ایک مرتبہ قبض کی گئی اور خرج من الدنیا کے الفاظ نے بتا دیا کہ مات اور قبض کا دوسرا مفہوم یہی سمجھو کہ خرج من الدنیا وہ اس دنیا سے نکل کر دوسری دنیا میں جا چکے ہیں لہٰذا کہ فنا ہو گئے ہیں یا مر کر حواس و مشاعر کھو بیٹھے ہیں۔ عثمانی صاحب کے اسی قول ”کسی صحابی سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں“ کا بطلان گذشتہ صفحات میں ”صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ“ کے ضمن میں گزر چکا ہے بلکہ موت کے بعد زندگی اور حیات کا ملنا قرآن مجید کی آیات وارادہ و ربارہ شہداء سے ثابت ہے نیز حضور پر نور ﷺ کا ارشاد :

فنبی اللہ حی یرزق

(موت کے بعد بھی اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے)

سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بعض دیگر کتب حدیث کے حوالے سے گذر چکا ہے سو ڈاکٹر عثمانی صاحب کا یہ قول خانہ ساز اور بالکل باطل ہے۔ جس طرح کہ ان کا یہ دعویٰ ”اور نہ کسی محدث نے وفات نبی ﷺ کے باب کی بعد حیات النبی بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد کی زندگی) کا باب ہی مقرر کیا گیا ہے“

تمام کتب حدیث میں یہ ارشادات نبوی موجود ہیں اور اسی طرح کتب فقہ میں بھی۔

حقیقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ وفات النبی ﷺ کے الفاظ سے ان کے دل میں یہ شائبہ تک بھی نہ ابھرا ہو گا کہ بعد میں ایک ایسی قوم آئے گی جو وفات اور موت و قبض کا مطلب فناء محض مر کر مٹی میں مل جانا اور اس طرح اپنے حواس اور ادراک و شعور سے محرومی بیان کرے گی اسی لئے انہوں نے اس باب کے فوراً بعد حیات النبی ﷺ کا باب اور عنوان قائم نہ کیا۔ نیز ان کا یہ خیال ہو گا کہ جب ہم اس سے قبل کئی ابواب میں واضح کر آئے ہیں کہ اہل قبور کو بصیغہ خطاب السلام علیکم یا اہل القبور کہنا چاہیئے اور وہ اہل قبور اپنے اعزہ و اقارب کو پہچانتے ہیں، ان کے سلام کو سنتے ہیں، اپنے اعزہ کی طرف سے دیئے جانے والے ہدیاء سے خوش ہوتے ہیں تو ان باتوں سے ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی سمجھ جائے گا کہ میت کو ادراک و شعور ہوتا ہے۔ اور ادراک و شعور خاصیت حیات ہے سو اب عنوان اور باب قائم کرنے کی ضرورت نہیں، سو محدثین کرام نے انہی کتب حدیث میں تو کوئی ایسا باب نہ ذکر کیا البتہ اس موضوع پر علیحدہ اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ مثلاً امام حافظ ابو بحر شہبہ متوفی ۵۸۴ھ، امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۴۷ھ اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی حیات الانبیاء کے عنوان پر مستقل کتابیں مشہور و متداول ہیں۔ پھر نہ ڈاکٹر صاحب نے کیسے لکھ مارا کہ کسی محدث نے یہ باب ہی نہیں لکھا۔

نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ تو نہایت بلند و بالا ہے۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے تو عام اموات کے جمع پر باب قائم کیا ہے اور صفحات گزشتہ میں

اور اب ڈاکٹر موصوف کہہ دیں گے کہ ہم ان جلیل القدر ائمہ کو نہیں مانتے آخر جس شخص کے فتویٰ! کفر و شرک ہے استاذ الحدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند مرتبہ اور فتنہ اعتزال کے عروج میں تعلیمات اسلامی کو محفوظ رکھنے والی شخصیت نہ ہو سکی والہ اعیاذ باللہ وہ اور کسی کو کیا کہتا ہو گا۔

ہم واضح کر چکے ہیں کہ سماع و ادراک حیات کو مستلزم ہے امام بخاری یوں عنوان اور باب تحریر فرماتے ہیں۔

باب الميت يسمع خفق النعال

مردہ (دفن کر کے واپس جانے والوں کی) جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ خادم رسول حضرت انسؓ سے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا مقدس ارشاد ذکر کیا ہے :

العبد اذا وضع في قبره وتولى وذهب اصحابه حتى انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فاقعداه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل محمد ﷺ فيقول اشهدانه عبد الله ورسوله فيقال انظر الى مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي ﷺ فيراهما جميعا واما الكافر او المنافق فيقول لا ادرى كنت اقول ما يقول الناس فيقال لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين.

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر مختلف اسناد سے روایت کی ہے۔ نیز یہ حدیث دیگر کتب میں بھی موجود ہے اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کو اس کی

قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز بلا شک و شبہ سنتا ہے تب اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں اور آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو تیرے سامنے موجود ہیں ان کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا (کیا عقیدہ رکھتا تھا) مردہ فوراً جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے محبوب رسول ہیں۔ چنانچہ اسے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا (سابق) ٹھکانا بھی دیکھ لو (لیکن نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے) اللہ نے اس کے بدلہ تمہیں جنت میں مقام عطا فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص (اپنی قبر سے ہی) دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے (کیونکہ عالم برزخ میں حجاب نام کی کوئی شے نہیں) اور کافریا منافق (حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے بارے میں سوال کے جواب میں) کہتا ہے۔ مجھے کچھ علم نہیں دنیا میں جو کچھ لوگ کہتے تھے میں بھی کہا کرتا تھا چنانچہ اسے جو بلا کہا جاتا ہے۔ نہ تم نے جانا اور نہ ہی اتباع کی (سو اس کا مزہ چکھو) پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ پر لوہے کے ایک بہت بھاری ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے۔ تو وہ (اس ضرب کی شدت سے) چیختا ہے۔ اور اس کی چیخ و پکار و بلبلاہٹ کو انسانوں اور جنوں کے علاوہ اس کے قریب عالم مخلوق کی ہر شے سنتی ہے۔

امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کا یوں باب باندھنا اور پھر اس حدیث کو مختلف اسناد سے متعدد مقامات پر ذکر کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام بخاری کا عقیدہ تھا کہ :

آپ کا مشاہدہ ہے کہ مردوں کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی قبر کی بات ہو رہی ہے کسی برزخی قبر کا یہاں شاہد تک نہیں۔ جیسا کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے۔

- (۱) موت کا معنی گل ستر کر حواس کھو بیٹھنا نہیں۔
- (۲) جب میت کو دفن کر اعزہ واقارب لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔
- (۳) اس کے بعد دو فرشتے آتے ہیں اور میت کو آکر بٹھاتے ہیں۔ اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔
- (۴) میت اپنی قبر میں ہوتے ہوئے بھی جنت و جہنم کو باوجود اس قدر دور ہونے کے دیکھتا ہے۔
- (۵) کافر کو لوہے کے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں اور وہ چیختا ہے۔
- (۶) اور یہ سارے امور اسی قبر میں ہوتے ہیں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے۔ کائنات کے کسی اور گوشے میں غیر مرئی قبر کی بات نہیں۔
- آئیے انہی امام بخاری علیہ رحمۃ الباری (جن کی اتباع کے دعویٰ کی عثمانی صاحب نے بھر مار کر رکھی ہے) کا ایک اور عنوان اور باب ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ عثمانی صاحب کا دعویٰ متابعت امام بخاری محض دجل و فریب ہے اور کچھ نہیں۔

باب قول الميت وهو على الجنابة قدموني .

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۶)

یعنی صالح میت کا چارپائی پر بولنا مجھے آگے لے چلو۔

اور ص ۱۸۴ پر یوں باب قائم فرمایا:

باب كلام الميت على الجنابة.

یعنی میت کا چارپائی پر ہوتے ہوئے بولنا۔

ان دونوں بابوں کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو شیوخ
قتیبہ اور عبد اللہ بن یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی سندوں سے مشہور صحابی حضرت
ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا یہ ارشاد نقل
فرمایا ہے :

قال رسول الله ﷺ اذا وضعت الجنازة فاحتملها
الرجال على اعناقهم فان كانت سالحة قالت
قدموني قدموني وان كانت غير سالحة قالت
يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شيء الا
الانسان ولو سمعها الانسان لصعق.

یعنی جب میت کو چار پائی پر رکھا جاتا ہے لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر
اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ میت صالح اور نیک ہو تو کہتی ہے کہ مجھے جلدی لے چلو
مجھے جلدی لے چلو اگر وہ میت غیر صالح اور بد کردار ہو تو دہائی دیتی ہے ہائے
بربادی و تباہی مجھے کہاں لئے جاتے ہو (حضور پر نور ﷺ نے فرمایا) میت کی یہ
آواز اور دہائی انسانوں کے سوا ہر شے سنتی ہے اور اگر انسان اس کو سن لے تو بے
ہوش ہو جائے۔

امام بخاری رحمۃ الباری کے ان تین ابواب اور ان میں درج احادیث
سے بات واضح ہو گئی کہ امام بخاری کا عقیدہ وہی ہے جو جمہور امت کا شروع سے
چلا آرہا ہے یعنی :

”میت جمادات کی طرح نہیں ہوتی کہ اس میں جان کی رمق بھی نہ ہو
بلکہ وہ سنتی ہے، سمجھتی ہے، عذاب و ثواب کو محسوس کرتی ہے، جنت و دوزخ کا

مشاہدہ کرتی ہے اور حاملین جنازہ سے مخاطب ہوتی ہے اور انہی چیزوں کے پائے جانے کا نام حیات ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ عثمانی اینڈ کمپنی کا یہ دعویٰ اور اشتہاری ہلڑبازی (کہ امام بخاری عثمانی کے ہم عقیدہ تھے) اس امام جلیل و عظیم پر صریح بہتان اور کھلا جھوٹ ہے۔

عثمانی صاحب کا آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے یہ انکار اور ان کی معاندانہ بھونڈی تاویلیں صرف اور صرف اس لئے ہیں تاکہ عثمانی موصوف کا وہ مقصد پورا ہو جائے جو اس نے توحید خالص دوسری قسط کے ص ۳۰ پر لکھا ہے :

”اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گزر گئیں کہ دنیائے اسلام کی اکثریت مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سارے کا مالک مانتی چلی آئی ہے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہوا اور کیوں علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی..... اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا گروہ ۱۔ جواب یوں دیتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ۱۔ ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے ان منکر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنے والوں پر تنقید کی ہے مگر ان کی آوازیں ہوا میں بکھر گئیں اور نبی کے ساتھ

۱۔ ارشاد نبوی تو یہ ہے کہ اتبعوا السواذ الا عظیم امت کی اکثریت کی اتباع کرو اور اسی کثیر جماعت کے ساتھ چنے رہو فانہ من شدفی النار جو گروہ ہمدی کی غرض سے جماعت سے علیحدہ ہوا اسے ان سب سے علیحدہ جنم کی اتھاہ گمراہیوں میں پھینکا جائے گا اور عثمانی صاحب اپنے تمام کلموں میں گروہ ہمدی کو صحیح قرار دیں اور صرف چند ظاہر پرستوں کو صحیح مسلمان کہیں اور باقی سب ائمہ و دیگر امت کو کافر و مشرک گردانیں فی الجب۔

۲۔ عثمانی صاحب نے اپنی تمام تحریروں میں اپنے آپ کو اور اپنے ہم نواؤں کو ایک گروہ تسلیم کیا ہے۔

محبت کے غلو اور دوسرے حضرات کی بے پناہ شہرت کے زیر اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی۔

یہ ہے عثمانی کا مخفی اور حقیقی نصب العین کہ امت کو نبی کے ساتھ بھرپور محبت نہ ہو۔ جلیل القدر ائمہ کرام کی عقیدت کا دلوں میں نام و نشان تک نہ ہو اور اسی مذہب مقصد کے حصول کے لئے عثمانی صاحب نے یہاں تک چھلانگ لگا دی کہ دین اسلام کی دوسری بنیاد حدیث شریف کی کتب کو جعفری کتب کا چربہ قرار دے کر دین اسلام کو ایک طفلی دین بنا دیا۔ ملاحظہ ہو توحید خالص دوسری قسط ص ۱۱ پر یہ باطل افروز تحریر:

ان سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبی ﷺ کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والے صریح روایتیں مذہب جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آکر یہ احادیث کی کتابوں میں آگئی ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کے دیگر تمام کتابوں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور ان متواتر

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تو اطاعت نبوی کو بعینہ اپنی اطاعت قرار دے۔ نبی کی اتباع کو اپنی محبت کا سبب بتائے خود حضور اکرم ﷺ واضح فرمائیں کہ دین کا کمال صرف اور صرف غیر مشروط محبت میں پوشیدہ ہے جس کو کائنات کی تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں وہ مومن نہیں اور ڈاکٹر صاحب نبی کریم ﷺ کی محبت کی زیادتی و سبب شرک و کفر گردانیں اور اسی جملہ میں عثمانی صاحب کی ساری جگہ و دو کا حاصل اور ان کا اصلی مقصد پوشیدہ ہے اے مسلمان ذرا جاگ ہوش میں آ سنبھل۔

۔ محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
 اسی میں ہو اگر نامی تو سب کچھ نامکمل ہے
 ۔ بمصلطے برساں بخویش را کہ دین ہمہ است
 اگر باز رسیدی تمام بولہبی است

احادیث طیبہ کو مذہب جعفری کا چربہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ اولیاء عظام اور ائمہ و علماء کرام کو بیک جنبش قلم مشرک اور دین کو اس کی اصلی حالت سے بدلنے والا قرار دے دیا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

ناظرین کرام! میں نے حیات الانبیاء خصوصاً سرور انبیاء ﷺ کی حیات بعد از ممات کو قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت سادہ الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ حضور انور ﷺ کے ارشاد مقدس اتبعوا السواد الاعظم (امت کے اکثریتی گروہ کی متابعت کرو) کے مطابق آپ بھی وہی عقیدہ اختیار فرمائیں جو جمہور امت مسلمہ نے قرآن مجید اور احادیث رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی میں اختیار کیا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان عالی شان ہے لا تجتمع امتی علی ضلالۃ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے نبی برحق ﷺ کے اس فرمودہ پر ایمان لائیں نہ کہ عثمانی صاحب کے خلاف اسلام اقوال پر اور بمصداق الحق یعلو ولا یعلیٰ (حق ہمیشہ غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) عثمانی کو بھی کئی مقامات پر تسلیم کرنا پڑا کہ ”امت کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے :

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد امت محمدیہ کا نصیب کہ وفات النبی ﷺ کا وہ مسئلہ جو قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کا متفقہ مسئلہ تھا آج اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے اور امت کی اکثریت کا عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ نبی عائشہؓ کے حجرہ میں اپنی قبر کے اندر زندہ ہیں وہاں اگر کوئی درود و سلام پڑھے تو سنتے اور جواب دیتے ہیں اور فرشتے درود و سلام لیجا کر آپ کے حضور پیش کرتے ہیں (علماء دیوبند، بریلی اور اہلحدیث)

ان سطور میں میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے عقیدہ صحیح کے اثبات کے ساتھ ساتھ عثمانی صاحب کی بھونڈی تاویلوں کا جواب بھی عرض کر دیا ہے۔ تاہم اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس قدر دینی تعلیم کا ضرور انتظام کریں جس سے وہ اس قسم کے طالع آزمالوگوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکیں۔

بارگاہ ایزد تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ ان چند حروف کو اپنی جناب میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ جن علماء اسلام اور احباب کرام کی مشفقانہ راہنمائی اور تعاون سے ان اوراق کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں انہیں اجر جمیل و جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور پر نور شافع یوم النشور کی شفاعت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

هذا ما عندی فی توضیح هذا المقام والحق عند الله العلام

وما توفیقی الا به وعلیه توکلت والیه انیب وهو حسبی

و حسبکم ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر.

وهو ربی الودود ذو العرش المحمود

وانا المتبری من حولی وقوتی والمراجی شفاعۃ حبیبہ المحمود

خالد محمود

من خریجی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ

بھیرہ (سوجو دھا)

خویدم الحدیث النبوی الشریف

